آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے ٭ لو تمہیں طور تسلّی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنے

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۴ نمبر ۱۱

بابت ماہ نومبر ۱۹۰۵ء

فہرست مضامین

اسلام (۵)	۴۰۵	الدجال	۴۲۷-۴۴۳
بجواب پادری سیل	۴۰۵-۴۲۶	رؤیا و الہامات حضرت مسیح موعودؑ	۴۴۴

قادیان ضلع گورداسپور سے ۲۰ نومبر ۱۹۰۵ء کو منیجر صاحب میگزین کے اہتمام سے شائع ہوا - چندہ سالانہ عا

"لنگر خانہ کی آمدنی"

اس عنوان کے نیچے حضرت اقدس کے ارشاد سے ایک الگ چٹھی شائع کرکے ہر جگہ کی جماعت کے جنکی پتے یہاں موجود تھے ایک ایک دوست کے نام بھیجی گئی ہے۔ اور یہ استدعا کی گئی ہے کہ وہ جہانتک انکی طاقت ہو دوسرے احباب کے پتے دریافت کرکے یا اُن سے وصولی چندہ کا انتظام کرکے مطلع فرما دیں۔ ماحصل اس تحریک کا یہ ہے کہ لنگر خانہ کا خرچ پہلے کی نسبت ڈیوڑھا یا اس سے بھی زیادہ ہو گیا ہے یعنی قریب باراں سو روپے ماہوار کی ہے۔ یہ مد حضرت اقدس کے مشن کی اصلی اور ضروری اغراض میں سے ہے کہ تا ایک گروہ طالبان حق اور ناصران دین کا حضرت اقدس کی خدمت میں رہے اور دُور دُور سے لوگ آکر تبادلہ خیالات کرکے اپنا اطمینان کریں اور سچی تعلیم حاصل کریں اور اُنکو یہاں مکان رہائش اور خورد و نوش کے متعلق تکلیف نہ ہو اور تا اشاعت کُتب اور خطوط وغیرہ کے جوابات کے سلسلہ میں حرج نہو۔ چونکہ یہ سلسلہ دن بدن ترقی کر رہا ہے اسلئے اخراجات بھی ساتھ ہی بڑھ رہے ہیں۔ اِنہیں ضروریات کیوجہ سے حضرت اقدس نے ۵ مارچ ۱۹۰۲ء کو ایک اشتہار تحریر فرمایا تھا جسکو مریدین کے ساتھ آخری فیصلہ قرار دیا تھا۔ اسمیں آپنے تحریر فرمایا تھا کہ یہ اشتہار کوئی معمولی تحریر نہیں بلکہ ان لوگوں کے ساتھ جو مرید کہلاتے ہیں میں یہ آخری فیصلہ کرتا ہوں ... کہ .. ہر ایک شخص جو مرید ہے اُسکو چاہیئے کہ اپنے نفس پر کچھ ماہوار مقرر کر دے خواہ ایک پیسہ ہو۔ ہر جو شخص مرید کہلاتا ہے خواہ وہ مرد ہے یا عورت یا لڑکا یا لڑکی اُسے چاہیئے کہ ادائگی چندہ کو اپنا فرض سمجھے۔ اگر ہر ایک شخص اپنی آمدنی کا دسواں حصہ ضروریات سلسلہ کے لئے الگ کر دے تو کوئی بڑی بات نہیں۔ آخر انسان ہر صورت میں گذارہ کر ہی سکتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے کیسی کیسی قربانیاں کیں کہ نہ صرف چندوں میں اپنے مال ہی دیئے بلکہ گھر بار جائدادیں سب کچھ چھوڑا اور آخر سب سے پیاری چیز یعنی جان کو بھی خدا کی راہ میں قربان کیا۔ سو یہ وقت اعانت دین کا ہے ایسا نہ ہو کہ ہم دنیا میں ہی لگے رہیں اور موت کا پیغام آجاوے۔ غور کا مقام ہے کہ سورۃ منافقون میں اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰکُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ پس میں تمام سب احباب کیخدمت میں التماس کرتا ہوں کہ اس کام میں سُستی ہرگز نکریں بلکہ جو لوگ چندے مقرر کر چکے ہیں وہ اپنے چندوں کو بڑھا دیں اور جنہوں نے ابھی تک غفلت کی ہے وہ بہت جلد ماہوار چندے معین کرکے اور ہر جگہ ایک جماعت کی صورت میں فہرستیں مرتب کرکے اسجگہ بھیجدیں تا یہ کام احسن طریق پر چلتا رہے اور

اعلان نمبر ۱۔ ہر ایک سامان کرکٹ، ٹینس، فٹ بال و جمنیسٹک وغیرہ مستری نظام الدین احمدی شہر سیالکوٹ سے طلب کریں۔ مکمل فہرست مفت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم

اسلام (۵)

بجواب پادری سیلؔ

پادری صاحبان کے دو اصلی اور ضروری فرایض ایسے ہیں جن کی ادائیگی کیلیے انہیں واقعات سے الگ ہو کر خیالی مسئلے قایم کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے یعنے ایک تو اپنے مذہب کی حمایت اور دوسرا دوسرے مذاہب کی تردید۔ ان میں سے اول الذکر کا تو یہ حال ہے کہ حضرت مسیح کی زندگی کے تمام واقعات انہیں صاف طور پر ایک فانی انسان ثابت کرتے ہیں ہاں دوسرے پیغمبروں کی طرح جو وقتاً فوقتاً بنی اسرائیل میں اس قوم کی اصلاح کیلیے پیدا ہوتے رہے وہ بھی ایک پیغمبر تھے۔ مگر پادری صاحبان دنرات اس بات کو دہراتے نہیں تھکتے کہ یسوع مسیح واقعی خالق ارض وسما اور رب العالمین تھا۔ پھر جب انکے اندر انسانی کمزوریوں کا ہونا دکھایا جاتا ہے تو جواب یہ ملتا ہے کہ بیشک وہ فانی انسان تھے اور اِسلیے سب قسم کی انسانی کمزوریاں انکے اندر پائی جاتی تھیں مگر باوجود کمزور انسان ہونیکے وہ نعوذ باللہ خدائے کامل بھی تھے اور کبھی یہ خیال نہیں کرتے کہ یہ اجتماع ضدین کیونکر ممکن ہے کہ وہ بشر بھی تھے اور خدا بھی۔ ناقص بھی تھے اور کامل بھی۔ کمزور بھی اور ہر شے پر قادر بھی۔ مخلوق بھی اور خالق بھی۔ خدا جانے ان لوگوں کے دل و دماغ کسی الگ طرز کے بنے ہوئے ہیں کہ اِن باتوں پر کبھی انکے دلوں میں اعتراض پیدا نہیں ہوتا۔ پھر جب کہا جاتا ہے کہ ایک خدا تو وہ ہوا جسکو یسوع مسیح بھی آسمان پر مانتا تھا اور ایک خدا زمین پر خود یسوع مسیح ہوا اور ایک

درمیانی خدا جسے روح القدس کے نام سے پکارا جاتا ہے ان تین خداؤں کا وجود توحید کے پاک اور سچے مسئلہ کی جسکی تعلیم ابتدا سے تمام انبیاء دیتے چلے آئے ہیں بیخ کنی کرتا ہے تو عیسائی صاحبان یہ کہکر اطمینان کر لیتے ہیں کہ یہ تینوں ملکر ایک ہی خدا بنتا ہے خواہ یہ بات دنیا میں کسی کی سمجھ میں آوے یا نہ آوے اور یہ ایک ایسا راز ہے جسے کوئی انسان سمجھ نہیں سکتا نہ یہ دنیا کے کسی علم اور قاعدہ کے ماتحت آسکتا ہے۔ پھر اگر یسوع مسیح کی خدائی کا ثبوت مانگا جائے مثلاً یہ کہ اس تینتیس سال کی عمر میں یا زمانہ میں جو اس نے اس زمین پر گذارے کونسا نیا سیارہ یا ستارہ اس نے پیدا کیا تو اسکا جواب یہ ملتا ہے کہ ایسا کرنے کی طاقت تو ان میں موجود تھی مگر اس طاقت کو اس نے استعمال میں لانا نہیں چاہا۔ شاید اسکی وجہ یہ ہو کہ وہ یہودیوں کے خوف سے ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ جب کسی طرف ہاتھ نہیں پڑتا تو پھر معجزات کو اور کبھی تعلیم کو خدائی کے ثبوت میں پیش کیا جاتا ہے گویا انہی دو ستونوں پر خدائی کی چھت قایم ہے لیکن اگر ذرہ بھی غور کیا جائے تو ان ستونوں کا خیالی ہونا فی الفور ثابت ہو جاتا ہے کیونکہ معجزات دوسرے انبیاء کے نہ صرف یسوع جیسے بلکہ یسوع کے معجزات سے بھی بڑھکر ہیں۔ پھر اگر وہ تمام نبی اسقدر عظیم الشان معجزات دکھا کر بھی انسان رہے تو ویسے ہی یا اس سے کمتر معجزات سے یسوع کیونکر خدا بن گیا۔ باقی رہی تعلیم سو وہ کل کی کل یہودیوں کی کتابوں سے لی گئی ہے۔ اور کوئی ایسا امتیازی نشان نہیں بتایا جاتا جس سے یسوع مسیح کی کوئی خصوصیت ثابت ہو۔ کیا یہ بھی ممکن ہے کہ خالق اور مخلوق کے درمیان کوئی امتیازی نشان ہی نہ ہو۔

دوسری طرف پادری صاحبان واقعات سے اسوقت گریز کرتے ہیں جب انکا حملہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر ہوتا ہے۔ تعجب ہے کہ ایک ایسی قوم جسکے ہاتھ میں سینکڑوں انبیاء کی تاریخ ہے ایک نبی کے بارے میں قدم قدم پر ٹھوکر کھاوے۔ میں حیران ہوں کہ کیا بائیبل میں جس قدر انبیاء کے حالات لکھے ہوئے ہیں انسے نبی کی صداقت کے پرکھنے کا کوئی معیار اور امتیازی نشان نہیں ملتا۔ اگر ملتا ہے اور یقیناً ملنا چاہیئے تو کیوں پادری صاحبان یہ سیدھی راہ اختیار نہیں کرتے کہ اسی معیار کی رو سے ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو پرکھیں اگر ان لوگوں میں کوئی بھی حق طلبی باقی ہے تو انکو بائیبل سے انبیاء کی صداقت کا معیار نکالکر مسلمانوں سے یہ مطالبہ کرنا چاہیئے کہ وہ اس معیار کے رو سے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو ثابت کر دیں۔ کاش اگر یہ لوگ کجروی کو چھوڑ دیتے تو انکو تعدد ازدواج یا طلاق یا غلامی یا جہاد وغیرہ کے مسایل کے متعلق ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرنیکی ضرورت باقی نہ رہتی کیونکہ یہ وہ باتیں ہیں جو تمام انبیاء علیہم السلام کی تعلیم میں مشترک چلی آتی ہیں مگر یہ کجرو قوم جو بھیڑ کہلاتی اور بھیڑیئے کا کام کرتی ہے اس سیدھی راہ پر کبھی نہیں آتی اور صراط مستقیم سے بھٹکتی پھرتی ہے وجہ

اس کی یہ ہے کہ پادری صاحبان کو خوب معلوم ہے کہ اگر انبیاء علیہم السلام کی صداقت کے معیار کے رو سے ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو پرکھا جاوے تو یقینی طور پر انکی صداقت اور فضیلت کھلجاتی ہے۔ پس پادری صاحبان امور تنقیح طلب کو ٹالکر نئے نئے اعتراضوں کے پہلو سوچتے رہتے ہیں یہی پادری سیل صاحب جنکا میں جواب لکھ رہا ہوں تین خداؤں اور صلیب کے کفارے کو قبول کرتے وقت تو ایسے جاہل بنتے ہیں کہ گویا عقل انکے نزدیک نہیں آئی اور اسلام پر اعتراض کرنیکے لیے عجیب عجیب پہلو تراشتے ہیں۔ مثلاً ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا ذکر کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں۔

"مکہ کے لوگ انذار کی کوئی خواہش نہ رکھتے تھے اور اسلیے اب (یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دعوے کرنے پر) آپکی مخالفت کا دور شروع ہوگیا۔ مخالفین کے سردار ولید بن مغیرہ اور ابولہب اور ابوجہل تھے۔ ان سب کو اس وحی میں جو جبرائیل لاتا بڑی سختی سے برے الفاظ میں یاد کیا جاتا جس سے پیغمبر صاحب کی فطرت کی کینہ وری جو مخالفت سے پیدا ہوتی تھی ظاہر ہے۔ ولید کے متعلق یہ کہا گیا کہ وہ ایک حقیر آدمی اور اہانت کنندہ ہے اور اسکا ٹھکانا دوزخ ہوگا جو کسی چیز کو باقی نہیں چھوڑتا اور سب کو بھسم کر جاتا ہے۔ ابولہب کے متعلق کہا گیا کہ اسکا مال و دولت ہلاک ہو جائیگا اور وہ شعلوں والی آگ میں جلایا جائے گا جیسی جیسی مخالفت بڑھتی گئی ویسے ہی یہ سخت کلامی اور کفار پر لعنتیں ملامتیں تیز ہوتی گئیں۔ مگر سخت کلامی کوئی دلیل نہ تھی اور اسلیے مکہ والوں نے آپکی صداقت کا ثبوت طلب کیا اور یہ کہا کہ اپنے دعوے کی تائید میں کوئی معجزہ دکھاؤ۔ (حضرت نبی کریم) محمد (مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم) اس درخواست کو پورا نہ کرسکے لیکن یہ دکھلانیکے لیے کہ یہ درخواست محض لغو تھی ایک وحی نازل ہوگئی جس میں یہ کہا گیا کہ خدا فرشتوں کو کافی وجہ پیدا ہونیکے بغیر نہیں بھیجتا (سورۃ الحجر آیت ۸) اور کہ اگر لوگ نذیر کے انذار کو عمداً رد کر دینگے تو جس قسم کی شہادت وہ طلب کرتے تھے وہ بھی انکو کوئی نفع نہ پہنچا سکے گی کیونکہ پہلے انبیاء کے معجزات نے بھی کوئی اچھا اثر پیدا نہیں کیا اور یہ سنایا گیا کسی چیز نے ہمکو معجزات کے بھیجنے سے نہیں روکا مگر اس بات نے کہ پہلوں نے انکی تکذیب کی (سورہ بنی اسرائیل۔ آیت ۶۱) مکہ والوں نے اس عذر کو قبول نہ کیا اور اپنی بات پر زور دیا اور آخر جب انکو کوئی اطمینان بخش جواب نہ ملا تو انہوں نے کہا کہ یہ جو وحی جبرائیل لاتا ہے یہ تو پرانے لوگوں کے جھوٹے قصے ہیں یا تیز قوت متخیلہ کا نتیجہ ہے یا اجنبی لوگوں کے ساتھ ملکر جو مکہ میں آتے ہیں یہ باتیں بنائی گئی ہیں اور انہوں نے کہا کہ قرآن تو اسکا اپنا افترا ہے اور ایک اور قوم نے اسکو اس افترا کے بنانے میں مدد دی ہے۔ (سورۃ الفرقان آیت ۵)۔ آنحضرت (صلے اللہ علیہ وسلم) کا جواب یہ تھا کہ یہ قرآن کریم ہے جو لوح محفوظ پر لکھا ہوا موجود ہے اور یہ ذکر ہے جو مکرم مرفوع مطہر صحیفوں

میں کہا گیا ہے۔(عبس - ۱۳) ساتھ ہی اسکے آپ یہ کوشش کرتے تھے کہ مکّہ کی عظمت کو بیان کر کے ان لوگوں کے ساتھ صلح کی بنیاد ڈالی جاوے چنانچہ یہ بیان کیا کہ کس طرح خدا نے حبش والوں سے اسے بچا لیا اور کعبہ کو خدا کا گھر کہا اور اسکے اِرد گرد کی زمین کو حرم قرار دیا۔"

یہ سیلؔ صاحب کی عبارت کا ایک فقرہ ہے۔اس شخص نے غلط بیانی سے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نعوذ باللہ ایک کینہ ور انسان تھے۔اور جب قریش نے آپکی حق پر ہو کر مخالفت کی تو آپکی طبعی کینہ وری جوش میں آگئی اور آپنے عمائد کفار کو گالیاں دینی شروع کیں مگر قریش گویا بہت ہی بردبار تھے کہ گالیاں سُنکر بھی اگر بولے تو صرف اسقدر کہ اس دعوے کی تائید میں کوئی شہادت ہمارے سامنے پیش کیجاوے جس سے ہم آپکا حق پر ہونا سمجھ لیں مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنی صداقت کا کوئی ثبوت نہ دے سکے اور معجزہ نہ دکھا سکے اور وجہ یہ بیان کر دی کہ یہ بیفایدہ باتیں ہیں۔اور پھر جب قریش نے یہ دیکھا کہ نہ کوئی ثبوت ہی صداقت کا آپ پیش کر سکتے ہیں اور نہ شہادت ہی۔تو پھر وہ اس نتیجہ پر پہونچے کہ بیشک قرآن افترا ہے اور کہ جب کسی کوشش میں بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کامیابی نہ ہوئی تو پھر یہ کوشش کی کہ عرب کی پرانی رسوم کو کسیقدر تسلیم کر کے انہیں خوش کیا جاوے تا شاید اسی طرح وہ اسلام کیطرف کچھ جھک پڑیں یہ جو کچھ پادری صاحب نے ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہا ہے اس سے بڑھکر اور زیادہ معقول باتیں یسوع مسیح کے متعلق کہی جا سکتی ہیں بلکہ اصل بات تو یہ ہے کہ یہ خیالات پادری صاحب کے اپنے ذہن رسا کا نتیجہ نہیں بلکہ جو کچھ یہودیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق کہا ہے وہی پادری صاحب نے اٹھا کر ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق لکھدیا ہے اور زیادہ تکلیف نہیں کی گویا یہودیوں کے اعتراضوں کو دور کرنے کی بجائے انسے یہ فایدہ اٹھا لیا کہ وہی دوسروں پر تھوپ دیئے چنانچہ ذیل میں میں ایک یہودی کی کتاب کے چند فقرات نقل کرتا ہوں جس سے میرے اس قول کی تائید ہوتی ہے۔فاضل یہودی مصنف مسیح کے معجزات پر بحث کرتا ہؤا لکھتا ہے:-

"یہ ہمارے لیے ناممکن ہے کہ انجیلوں کے ان تمام فقروں کو نقل کر سکیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ سردار کاہنوں اور دوسرے لوگوں اور یہودی علماء کو یہ کیسی سچی خواہش اور تڑپ تھی کہ جلیل کا نبی انکے سوالوں کا کوئی معقول جواب دے پس ہم چند ضروری فقروں پر اکتفا کرینگے۔ایکدن جب وہ (یعنی مسیح) فریسیوں پر جو اسکے گرد تھے اپنی عادت کے موافق سخت کلامی سے حملہ کر چکا اور انکو یہ کہہ چکا کہ تم سانپوں کے بچے ہو جن میں کوئی نیک خیال پیدا ہی نہیں ہو سکتا اور کہ تم دنیا اور آخرت میں ملعون ہو تو انہی میں سے بعض جنکے ساتھ اس نے اسقدر درشت کلامی کی تھی آگے بڑھے اور اسکے پاس ہو کر کہا کہ اے استاد ہم تجھ سے کوئی ایسا نشان دیکھنا چاہتے ہیں جس سے

تیری طاقت ہم پر ظاہر ہو جائے تو یسوع نے چلا کر کہا کہ یہ بدکار اور زناکار نسل نشان طلب کرتی ہے مگر انکو کوئی نشان نہیں دیا جائیگا سوائے یونا نبی کے نشان کے کیونکہ جیسا یونس تین دن اور تین رات مچھلی کے پیٹ میں رہا۔ اسی طرح پر ابن آدم تین دن اور تین رات زمین کے پیٹ میں رہیگا اس راز کی بات کو بیچارے یہودی نہ سمجھ سکے۔ علاوہ ازیں وہ تو نشان صداقت کا مطلب کرتے تھے اور جواب میں ان کو ایسے نشان کا حوالہ دیا گیا جو موت کے بعد وقوع میں آنیوالا تھا۔ کیا یہ الٹا جواب اصل سوال کا صاف انکار نہیں۔ اس طرح پر مسیح نے یہودیوں کی درخواست کے جواب میں ایسا ثبوت دینے سے انکار کر دیا جس سے اُس زمانہ کے لوگ اسکے حق پر ہونیکو سمجھ سکتے اور خود انکو اسی شک میں چھوڑ کر چلدیا۔ مرقس بیان کرتا ہے کہ ایسے ہی حالات کے ماتحت اسنے اور بھی زیادہ خاموشی پر اصرار کیا۔ چند فریسی اسکے پاس حاضر ہوئے اور اس سے سوال کرنے لگے اور ایسا آسمانی نشان مانگا جس سے اسکی صداقت انپر ظاہر ہو جائے۔ مگر اسکے جواب میں یسوع نے صرف ایک آہ سرد بھر کر کہا کہ کیوں یہ لوگ نشان طلب کرتے ہیں میں تمسے سچ سچ کہتا ہوں کہ کوئی بھی نشان انکو نہیں دیا جائیگا۔ پھر ایک دن صدوقیوں اور فریسیوں نے اسی درخواست کو دُھرایا کہ اگر تجھے وہ طاقت فی الواقع دیگئی ہے جسکا تو دعوے کرتا ہے تو ہمکو کوئی آسمانی نشان دکھا جو ہمکو قایل کر دیوے یسوع نے پھر یہی جواب دیا کہ سوائے یونس کے نشان کے اور کوئی نشان نہیں دکھایا جاویگا۔ اور بیچارے یہودیوں کو اسی طرح شک میں چھوڑ کر پھر چلدیا۔"

اس سے ایک غور کرنیوالے انسان پر بڑی صفائی سے کھلتا ہے کہ پادری صاحبان جب یسوع سے ان الزامات کو خود دور نہ کر سکے تو انہوں نے یہی فایدہ غنیمت سمجھا کہ وہی الزام ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر لگادیں یعنی یہ کہ آپ کفار کو اپنی نبوت کا ثبوت کوئی نہیں دے سکے اور یہی وجہ آپکی ساری تکلیفات کی تھی۔ پادری سیل نے ایک الزام یہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر لگایا ہے کہ آپ عمائد کفار سے سخت کلامی سے پیش آتے تھے اور انکو ناحق برُے الفاظ سے یاد کرتے تھے مگر اس سے بڑھکر اور کوئی لفظ نہیں دکھا سکے کہ ایک شخص کو حقیر اور اہانت کنندہ یا اپنے مخالفین کو دوزخی کہا ہے ان الفاظ کا استعمال حالانکہ صاف طور پر ان مخاطبین پر صادق آتا تھا مگر پادری صاحب اپنے تعصب کیوجہ سے اسے فطرت کی کینہ دری کا نتیجہ بتاتے ہیں میں اسکا جواب صرف اسیقدر دیتا ہوں کہ ایکدفعہ پادری صاحب اپنے آقا کے نرم اور ملایم الفاظ کو جو وہ فقیہوں اور فریسیونکے حق میں بولا کرتے تھے اور جن میں سے بعض اب بھی اناجیل میں موجود ہیں پڑھ جاویں اور انصاف سے بتاویں کہ دونوں میں سے زیادہ کینہ دری کس میں نظر آتی ہے عیسائیونکے خدا میں یا مسلمانونکے پیغمبر میں۔ یہودی علماء اور فریسی بڑے بڑے معزز لوگ تھے اور بعض ان میں سے گورنمنٹ کے نیچے بھی معزز عہدونپر ممتاز تھے۔ اور حالانکہ یہودیونکے قول کے مطابق وہ بڑی نرمی سے حضرت مسیح سے پیش آتے تھے مگر آپکا جواب نہایت تند

اور درشت ہوتا تھا۔ایک موقعہ پر ایک عام جلسے میں جہاں ہزاروں لوگ انکو عزت کی نظر سے دیکھنے والے اور انکو مقدس سمجھنے والے موجود تھے حضرت مسیح نے ان الفاظ میں انکو ذلیل کیا کہ زنا پیشہ عورتیں تمسے پہلے خدا کی سلطنت میں داخل ہونگی اور اس طرح انہیں کنجریوں سے بھی بدتر قرار دیا۔پھر جب انہوں نے کوئی آسمانی نشان دیکھنے کی خواہش ظاہر کی تو انکو سانپوں کے بچے اور زنا کار بتایا۔پادری صاحب غور فرماویں کہ ان الفاظ کے بالمقابل حقیر اور اہانت کنندہ کی کیا حقیقت ہے۔اور پھر انکو جاہل۔منافق اور ہر طرح کی بدکاری سے پر وغیرہ ناموں سے پکارنا تو ایک معمولی بات ہوگئی تھی۔اب سیل صاحب ہی انصاف کریں کہ فطرت کی کینہ وری کا ثبوت ان میں سے کس میں پایا جاتا ہے۔ اے ظالمو! تم اونٹ کو نگل جاتے ہو پر مچھر سے پرہیز کرتے ہو۔

اب میں واقعات پر آتا ہوں۔سیل صاحب کے لفظ لفظ سے ظالم کفار کے ساتھ ہمدردی اور ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپکے راستباز اور مظلوم صحابہ سے نفرت ٹپکتی ہے اور جو ظلم اس غریب جماعت پر ہوئے یا جو تکلیفیں اور مصیبتیں انہوں نے اعلائے کلمۃ الحق کیلیے اٹھائیں۔انکے ساتھ ہمدردی کا لفظ تو ایکطرف رہا۔انکو بیان کرنیسے بھی کنارہ کشی کی ہے اگر اسی کے مضمون کو پڑھکر کسی شخص نے رائے لگائی ہو تو وہ یہی سمجھے گا کہ مکہ کی تمام زندگی میں مسلمانونکو کفار کیطرف سے کوئی اذیت نہیں پہونچی جو قابل ذکر ہو بلکہ مسلمانوں کی طرفسے ہی زیادتی تھی۔پادری صاحب! اس اخفائے حق سے یسوع کی خدائی پر پردہ پڑجایگا؟ دنیا کے سامنے تاریخ موجود ہے اور جبتک وہ تاریخ پڑھتے رہینگے آپکے اس مضمون پر لعنت بھیجتے رہیں گے۔جن آیات کا پادری صاحب نے حوالہ دیا ہے کہ ان میں گالیاں نکالی گئی ہیں۔ان میں بھی صرف کفار کے مظالم کا بیان ہے اور جنہیں پادری صاحب دھمکیاں سمجھتے ہیں وہ انکی بدکاریوں کے متعلق سزاؤنکی پیشگوئیاں ہیں وہ سب پر حکمت الفاظ ہیں اور یا تو ان میں کفار کیحالت کا اور انکے مظالم کا سچا نقشہ ہے اور یا انکے انجام کی پیشگوئیاں ہیں۔اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بتونکو برا کہا تو میں پادری صاحب سے پوچھتا ہوں کہ کیا آپنے برا کام کیا۔اور کیا بتونکو برا کہنے کے سبب سے پادری صاحب کو کفار کے ساتھ ہمدردی ہے یا حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ۔ پادری صاحب اگر اسکا صاف صاف جواب دیدیں تو دنیا کو یہ تو معلوم ہو جائے کہ ان لوگونکا توحید کا اقرار محض ایک دھوکے کی ٹٹی ہے۔اور انکے دلوں میں بت پرستی سے محبت ہے۔پھر اگر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے دکھ دینے والونکو اس بات سے ڈرایا کہ ان بدکاریونکی وجہ سے جنکا تم ارتکاب کر رہے ہو تمپہ عذاب الہی آنیوالا ہے۔جسکی آخر تصدیق بھی ہوگئی تو کیا یہ آپنے برا کام کیا۔کیا پادری صاحب کے نزدیک سچا نبی وہ ہوگا جو اپنے مخالفین کے آگے ہاتھ جوڑ کر یہ کہدے کہ جو تم کہتے ہو سب سچ ہے اور جو میں کہتا ہوں وہ جھوٹ ہے اور جو بدکاری تم چاہو کرتے رہو۔خدا تمہیں کبھی نہیں پکڑے گا۔اور نہ تمہاری بدکاریونکی وجہ سے تم پر کوئی عذاب نازل

کرے گا۔ بلکہ تمہاری بدکاریوںکو وہ بُری نظر سے بھی نہیں دیکھے گا۔ایک کفارہ کا عقیدہ رکھنے والا ایسا کیسے تو کہہ سکتا ہے مگر ہم تمام انبیاء علیہم السلام کی تاریخ میں ایسا کوئی نبی نہیں پاتے۔خدا جانے اسلام پر اعتراض کرتے وقت ان لوگوں کی عقلوں پر کیا پردہ پڑ جاتا ہے کہ اپنے ہی اصول کی اور اپنے ہی انبیاء کی تعلیم کی تردید شروع کر دیتے ہیں اور جس شاخ پر بیٹھے ہوئے ہیں اسیکو کاٹنے لگ جاتے ہیں۔اے دیوانو! دیکھو کہ تم کیا کر رہے ہو اسلام پر اگر کوئی اعتراض ہے تو کرو مگر ایسا نہ کرو جس سے تمہاری اپنی بیخکنی ہوتی ہو+

اب ان آیات پر غور کرو۔ایک تو سورہ علق کی چھٹی اور ساتویں آیت پر پادری سیل کو یہ اعتراض ہے کہ اس میں ناحق ابوجہل کو گالیاں دیگئی ہیں۔یہ دونوں آیتیں یوں ہیں۔ کلا ان الانسان لیطغیٰ ان راہ استغنیٰ۔ یعنی خدا تعالےٰ اپنی نعماء کا اور پھر اس بات کا ذکر کر کے کہ کیونکر اس نے محض اپنے فضل سے بذریعہ وحی وہ باتیں انسان کو سکھائیں جو وہ خود نہ جان سکتا تھا فرماتا ہے مگر انسان کا یہ حال ہے کہ وہ یہ نہیں کرتا کہ خدا کی شکرگذاری کرے بلکہ اپنے تئیں غنی اور بے نیاز سمجھ کر خدا سے سرکشی کرتا ہے+حیرت آتی ہے کہ پادری صاحبان کو اسلام سے کیسا تعصب ہے کہ اس آیت کو بھی آنحضرت صلعم کی سخت کلامی میں درج کر دیا ہے اور یہ کہا ہے کہ اس میں ابوجہل کو برا کہا گیا ہے۔کیا پادری صاحب کے نزدیک ابوجہل خدا کا بڑا فرمانبردار تھا جو اسکو سرکش کہنا گالی ہوگئی۔خدا اس تعصب کا ستیاناس کرے۔جو چنگے بھلے مہذب تعلیم یافتہ آدمیوںکو یوں اندھا کر دیتا ہے کہ ایک باطل کی تائید اور حق کی بلاوجہ تردید کے درپے ہو رہے ہیں! اول تو اس آیت میں عمومیت ہے اور اس سے اگلی آیتوں میں بالخصوص کسی ایسے شخص کا ذکر ہے جو مخالفت نبی کریم میں بہت بڑھ کر حصہ لیتا تھا۔لیکن اگر اسکو بھی ابوجہل کے متعلق ہی سمجھ لیا جاوے تو کونسی سخت کلامی اس میں ہے کیا آنحضرت کو چاہیئے تھا کہ وہ کہتے کہ ابوجہل خدا تعالےٰ کا بڑا فرمانبردار ہے مگر اگلی آیتوں پر غور کرو جن میں اسکے مظالم اور ان مظالم کی پاداش کا جو خدا کیطرف سے اسے ملنے والی ہے۔ذکر ہے۔فرماتا ہے:۔ارءیت الذی ینھیٰ عبدا اذا صلیٰ ارءیت ان کان علے الھدیٰ او امر بالتقویٰ ارءیت ان کذب وتولیٰ الم یعلم بان اللہ یریٰ کلا لئن لم ینتہ لنسفعًا بالناصیۃ ناصیۃ کاذبۃ خاطئۃ فلیدع نادیہ سندع الزبانیہ۔ دیکھا تو نے اس شخص کو کہ جب ہمارا ایک بندہ نماز پڑھتا ہے تو وہ اسے منع کرتا ہے بھلا دیکھو تو سہی اگر یہ شخص خود راہ راست پر ہوتا یا لوگوںکو راست بازی سکھلاتا۔بھلا دیکھو تو اگر اسنے جھٹلایا اور منہ موڑا۔کیا وہ یہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالےٰ (اسکی ان کرتوتوں کو) دیکھتا ہے وہ سن رکھے کہ اگر وہ باز نہیں آئیگا تو ہم اسکو اسکی چوٹی جھوٹی خطاکار چوٹی پکڑ کر گھسیٹینگے پھر اسے چاہیئے کہ اپنے ہمنشینوںکو مدد کے لیے بلاوے۔ہم بھی اپنے سیاست کرنیوالے فرشتوںکو بلاوینگے کہ اُسکو سزا دیں"ان آیات میں کسی ایسے شخص کا ذکر ہے جو ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو طرح طرح کے دکھ دیتا۔

آپ کو نماز و نسے روکتا۔ بجائے تقوے کی تعلیم دینے کے بدکاری اور بدی لوگونکو سکھاتا اور خدا کے نشانوں کو جھٹلاتا اور یہ سب کچھ اپنے اہل مجلس کی شیخی پر کرتا۔ کہ وہ سب اسکی مدد کو تیار تھے اور مدد کرتے تھے۔ اس شخص کی نسبت صریح الفاظ میں ابتدائے زمانہ وحی میں یہ پیشگوئی کی گئی۔ جب ابھی ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم تنہا ہی سب مصایب کا نشانہ ہو رہے تھے اور ہر طرف سے آپکی وحی اور پیغام رسالت پر ہنسی ہوتی تھی۔ اور بت پرست نہ صرف آپکی ایذا بلکہ آپکی جان اور آپکے سلسلہ کی بیخکنی کے درپے ہو رہے تھے۔ کہ ان بت پرستوں اور ایذا دینے والونکا راس رئیس جوان افعال کا مرتکب ہو رہا ہے یہ خیال نہ کرے کہ وہ اپنے بیشمار ساتھیوں کے ساتھ اس نبی پر جو تنہا ہے غالب آجاوے گا اور اسکو نیست و نابود کر سکیگا نہیں بلکہ اگر وہ ان کرتوتوں سے باز نہ آیا تو اس پر وہ دن آوے گا جس دن جھوٹی خطا کار چوٹی سے پکڑا جا کر گھسیٹا جاویگا اور اس دن اسکا ایک بھی مددگار اسکی مدد نہیں کر سکے گا۔ کیونکہ خدا سب کچھ دیکھ رہا ہے اور ان شوخیونکو دیکھتا ہے جو یہ شخص کر رہا ہے۔ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص ابو جہل تھا جس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اور ایذا دہی اور بیخکنی کیلئے جسقدر ممکن تھا زور لگایا۔ خصوصًا نماز میں یہ شخص آپکو بہت دکھ دیتا۔ اور کبھی پتھر اور کبھی غلاظت وغیرہ آپکی پشت پر رکھدیتا جب کہ آپ خدا کے حضور سجدے میں گرے ہوئے ہوتے۔ اور پھر طرح طرح کی تجویزیں آپکے ہلاک کرنیکے لیے اسنے کیں۔ اس جگہ اللہ تعالے نے یہ بھی فرمایا کہ یہ کیسا ظالم شخص ہے کہ اول تو خود نہ راہ راست پر ہے اور نہ تقوے کی تعلیم لوگونکو دیتا ہے بلکہ گمراہی میں پڑا ہوا اور بدی پھیلاتا ہے۔ اور پھر ساتھ اسکے یہ دوسرا ظلم کہ اس شخص کو جو راہ راست پر ہے اور نیکی اور راستبازی کی تعلیم دیتا ہے ایذا دیتا بلکہ اسکی ہلاکت کے درپے ہو رہا ہے پس اللہ تعالے کی ہستی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خدا کیطرف سے ہونیکا یہ ایک نشان قرار دیا گیا کہ یہ شخص جو اسوقت بالکل اکیلا اور چاروں طرف سے مصیبتوں سے گھرا ہوا ہے۔ اسکا حامی اور ناصر خدا ہے اور یہ کفار کی کوششوں سے کبھی ہلاک اور تباہ نہ ہوگا بلکہ خود وہ لوگ جو اسکی ہلاکت کے درپے ہیں اسی دنیا میں عذاب کے ساتھ ہلاک کیے جاوینگے۔ چنانچہ آخر کار ایسا ہی ہوا کہ کئی سال تک متواتر مصیبت اٹھانیکے بعد آخر اس پیش گوئی کے پورا ہونیکا زمانہ آیا اور ابو جہل اپنے قوی اور نبرد آزما ساتھیوں کو جو ایک ہزار تعداد میں تھے ساتھ لیکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی چھوٹی سی اور کمزور جماعت کو جس میں نو عمر لڑکوں سمیت کل ۳۱۳ فرد تھے ہلاک کرنیکے لیے نکلا۔ مگر خدائے قادر نے یہاں اپنی طاقت کا ہاتھ دکھایا اور اس پیشگوئی کو پورا کیا جو تیرہ سال پہلے ہو چکی تھی یعنی اس چھوٹی سی جماعت کی کفار تاب مقابلہ نہ لاسکے اور ستر مارے گئے اور ستر قید ہو گئے اور باقی کل بھاگ گئے۔ ممکن تھا کہ ابو جہل بھی بھاگ جاتا مگر اللہ تعالی نے اپنے لفظونکو پورا کیا۔ اور ابو جہل ہلاک ہوا اور آخر چوٹی پکڑ کر میدان جنگ میں گھسیٹا جا کر ایک گڑھے

میں ڈالا گیا اور کوئی اسکا ساتھی اسوقت اسکا مددگار نہ ہوا اسیوقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے باآواز بلند پکار کر۔ کہا کہ اے کفار عرب ہمنے تو ان وعدونکو جو اللہ تعالے نے ہمارے ساتھ کیئے۔ تھے یعنے تمہاری ہلاکت کے وعدے آج اپنی آنکھوں سے پورا ہوتے دیکھ لیا۔ پس کیا تمنے بھی خدا کے وعدونکا مزا اب چکھ لیا۔ اس عظیم الشان پیشگوئی کو جو ایسی کمزوری اور بے سروسامانی بلکہ ناکامیونکی حالت میں کی گئی تھی اور پھر آخر ایسی شوکت وجلال سے پوری ہوئی۔ حاسد دشمن گالیاں بناتا ہے حالانکہ یہی پیشگوئی اللہ تعالی کی ہستی اور اسکی طاقت اور علم پر بڑی زبردست شہادت ہے جو ایسی صاف ہے کہ کوئی دشمن بھی اس سے انکار نہیں کرسکتا +

ایک اور مقام جسکا حوالہ پادری صاحب نے اس دعوے کی تائید میں دیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کفار کو ناحق برا کہا کرتے تھے سورۃ القلم کی مشہور آئیتیں ہیں جنکو بعض ولید بن مغیرہ اور بعض ابو جہل کے متعلق سمجھتے ہیں۔ یہ آیات اس طرح پر ہیں:۔ ولا تطع کل حلاف مہین ہماز مشاء بنمیم مناع للخیر معتد اثیم عتل بعد ذلک زنیم ان کان ذا مال وبنین اذا تتلی علیہ ایاتنا قال اساطیر الاولین سنسمہ علی الخرطوم۔ اور تو کسی ایسے شخص کی بات نہ مان جو بہت قسمیں کھانیوالا ہے ذلیل ہے۔ عیب لگانیوالا ہے۔ چغلی کرنیوالا ہے۔ نیک کام سے روکتا ہے۔ حد سے نکلجانیوالا ہے۔ گنہگار گردن کش اور سب کے پیچھے بدنام (یا بد اصل) بھی ہے اس برتے پر کہ مال اور بیٹے رکھتا ہے۔ جب ہماری آیتیں اسکو پڑھکر سنائی جاتی ہیں تو بول اٹھتا ہے کہ یہ اگلے لوگوں کے ڈھکوسلے ہیں۔ عنقریب ہم اسکے ناک پر داغ لگائیں گے + یہ آیات ہر ایک کافر کے حق میں بھی ہوسکتی ہیں کیونکہ ان میں جو اخیری وعید ناک کو داغ لگانیکا ہے اگرچہ وہ ظاہری معنوں میں ولید بن مغیرہ کے حق میں پورا ہوا۔ جسکے ناک پر بدر کی جنگ میں زخم لگا۔ مگر عام معنوں کے لحاظ سے ہر ایک ایسے اوصاف والے کے حق میں یہ وعید الہی پورا ہوتا ہے کیونکہ ناک پر داغ لگانیسے مراد ذلیل کرنا ہے۔ سو ضرور خدا تعالے ایسے آدمی کو جسکے اوصاف ان آیتوں میں بیان ہوئے ہیں دنیا میں ہی ذلیل کرتا ہے۔ پس یہ بھی ایک پیشگوئی ہے خواہ اسے ایک کافر ولید بن مغیرہ کے حق میں سمجھ لیا جاوے اور خواہ ہر ایک کافر کے حق میں جس میں یہ باتیں پائی جاتی ہوں۔

بعض حدیثوں میں یہ بھی آیا ہے کہ سورہ مدثر کی بعض آیتیں بھی اس کافر ولید بن مغیرہ کے حق میں نازل ہوئیں ان کا حوالہ بھی سیل صاحب نے دیا ہے اور انکو گالیاں ٹھیرایا ہے حالانکہ یہاں بھی اسی پیشگوئی کا اعادہ ہے جو اسکے حق میں کی گئی تھی کہ اسکا مال ودولت اور اسکے ساتھی اسے کوئی کام نہ دینگے اور اسکی بدکرداریوں کی پاداش میں اسے اللہ تعالے سخت عذاب میں مبتلا کریگا۔ وہ آیات یہ ہیں۔ ذرنی ومن خلقت وحیدا

وجعلت لہ مالا ممدودا و بنین شھودا و مھدت لہ تمھیدا ثم یطمع ان ازید کلا انہ کان لاٰیتنا عنیدا۔ سارھقہ صعودا۔ چھوڑ دے مجھکو اور اس شخص کو جسے مینے پیدا کیا اکیلا اور دیا مینے اسکو مال بہت سا اور بیٹے جو اسکے سامنے موجود ہیں اور ہر طرح کا سامان اسکے لیے مہیا کر دیا اور ابھی وہ یہ حرص رکھتا ہے کہ کچھ اور بھی اسے دیا جاوے ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ کیونکہ وہ ہمارے نشانوں کا مخالف ہوا اِسلیے عنقریب ہم اسکو سخت عذاب میں مبتلا کرینگے + یہاں بھی عذاب کی پیش گوئی کا ہی ذکر ہے خدا جانے پادری صاحب کو اس جگہ کونسا لفظ نظر آیا ہے جسے وہ گالی سمجھتے ہیں ایسا ہی سورۃ اللھب کے متعلق انہوں نے لکھا ہے کہ اس میں ابولہب کو برا کہا گیا ہے مگر یہاں بھی سوائے اسکے کہ ابولہب کے متعلق (یا اسی وصف والے کسی اور انسان کے متعلق) پیش گوئی ہے اور کچھ نہیں۔ عمایدِ کفار اس بھروسہ پر کہ مال و دولت انکے ہاتھ میں ہے اور لوگ بھی انکے ساتھ ہیں اور انکی باتونکو مانتے ہیں طرح طرح کی اذیتیں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے۔ آپنے جو کچھ انکو کہا وہ صرف یہی تھا اور یہ بھی وحی الٰہی کی بنا پر کہ نہ تمہارے مال دولت تمہیں کام دینگے اور نہ ہی کوئی ساتھی کام آئیگا۔ اور تم پر تمہاری ان بدکرداریونکی وجہ سے سخت عذاب نازل کیا جائیگا۔ یہ عذاب۔ اور ہلاکت کے وعدے سب سے پہلے جنگ بدر میں پورے ہوئے جسکو قرآن شریف یوم الفرقان کے نام سے بیان کرتا ہے کیونکہ اس دن اللہ تعالےٰ نے کفار کی ہلاکت اور حق کی فتح اور غلبہ کے وعدے کو پورا کرکے حق اور باطل میں کھلا کھلا فرق کر دکھایا۔

اصل بات یہ ہے کہ وہ الفاظ جنکو سیل صاحب دھمکیاں اور گالیاں قرار دیتے ہیں وہ پیشگوئیاں ہیں جنمیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کے دشمنونکی انجامکار تباہی اور ناکامی کی خبر قبل از وقت دیگئی ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو فتح اور کامیابی کی خوشخبری دیگئی ہے۔ جس میں ایک اشارہ یہ بھی ہے کہ آخر دنیا میں حق ہی غالب ہوگا اور سب قسم کے باطل نیست و نابود کیے جاوینگے۔ یہ پیشگوئیاں بار بار قریبًا ہر سورت میں کسی نہ کسی رنگ میں بیان کی گئی ہیں ان پیشگوئیونکے پورا ہونیسے پہلے کفار جو کچھ انکی نسبت کہتے وہ معذور سمجھے جا سکتے تھے مگر جب انہوں نے کھلے طور پر انکا پورا ہونا اپنی آنکھونسے مشاہدہ کر لیا اور پہلے بمقام بدر اور پھر فتح مکہ میں کامل طور پر انکا ظہور ہوگیا تو انہوں نے ایک لحہ کے لیے بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قبول کرنے میں تامل نہیں کیا۔ اور صاف طور پر یہ اقرار کیا کہ بیشک سوائے خدائے قادر کے یہ کسی کا کلام نہیں ہو سکتا جس نے برسوں پہلے ان واقعات کی خبر دی جنکے ظہور میں آنیکی کبھی بھی کسی کو امید نہ تھی۔ چنانچہ انہی پیشگوئیوں کے بتمام کمال ظہور پذیر ہونے نے ہی عرب کی وہ کایا پلٹ دی جسکی نظیر دنیا میں اور کسی جگہ نہیں ملتی۔ چند آیات نیچے نقل کیجاتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم نے ابتدا سے ہی کسقدر زور اس بات پر دیا تھا کہ آخر دشمنان حق مغلوب ہونگے اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی راہ سے سب روکوں کو دور کرکے انکو مظفر و منصور اور دشمنوں پر غالب کیا جاویگا۔ چنانچہ

الفاظ قم فانذر یعنی اے پیغمبر اٹھ اور لوگونکو آنیوالے عذاب سے ڈرا۔ ابتدائی وحی کے الفاظ ہیں۔ یہ صرف خیالی طور پر ڈرانا ہی نہ تھا بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کل قوم کو اکٹھا کرکے یہ کہا کہ اگر میں تمکو یہ کہدوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک بڑی بھاری فوج تم پر حملہ کرنیکے لیے تیار ہے تو تم مانو گے یا نہیں۔ سب نے ایک آواز ہوکر کہا کہ ہم آپکو بچپن سے ہی صادق مانتے ہیں اور اسلیے تیری ہر بات کا یقین ہے پھر آپ نے کہا کہ پھر یقین کرلو کہ تمہاری بداعمالیوں کی وجہ سے تم پر عذاب الٰہی نازل ہونیوالا ہے۔ جیسے جیسے قرآن کریم نازل ہوتا رہا وحی الٰہی میں اس عذاب کی تفصیل کھلتی گئی۔ چنانچہ سورہ مزمل میں فرمایا۔ وذرنی والمکذبین اولی النعمۃ ومھلھم قلیلا۔ اور چھوڑ دو مجھکو اور جھٹلانیوالے خوشحال لوگونکو (تاکہ میں انکو سزا دوں) اور انکو تھوڑی سی مہلت دو۔ اور پھر آگے چلکر فرمایا جسکا ترجمہ یہ ہے "جیسا ایک رسول ہمنے فرعون کیطرف بھیجا تھا ویسا ہی ایک رسول تمہاری طرف بھیجا ہے۔ سو فرعون نے اس رسول کی نافرمانی کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہمنے اسکو سخت وبال میں پکڑا۔ پس اے کفار مکہ اگر تم بھی انکار پر ہی جمے رہو گے تو تم کیونکر اس دن کی سختی سے بچ سکو گے جو بچونکو بوڑھا کردیگی (ایسی سخت مصیبت اس دن کی ہوگی) اور اس دن آسمان پھٹ جائیگا۔ (یہ خیال نہ کرنا کہ یہ باتیں ہی باتیں ہیں اور ہونا ہوانا کچھ نہیں) یہ خدا کیطرف سے ایک وعدہ ہے۔ جو پورا ہوکر رہے گا۔ یہ نصیحت کی بات ہے جو چاہے اپنے پروردگار کا راہ اختیار کرے"۔

بار بار قرآن کریم پہلی قوموںکے حالات کو بیان فرماتا ہے جسکا منشا کفار مکہ کو یہ سمجھانا تھا کہ جس طرح وہ قومیں انبیاء کی مخالفت کیوجہ سے ہلاک کی گئیں اسی طرح تم بھی ہلاک کیے جاؤ گے چنانچہ عرب کے کنارے کنارے جو قومیں کسی زمانہ میں آباد تھیں ان میں بھی نذیر آئے مگر انہوں نے بدکاریوں کو نہ چھوڑا اور اسلیے انکا نام و نشان مٹا دیا گیا کیونکہ خدا کا غضب انپر نازل ہوا۔ دیکھو سورۃ الفجر "کیا تو نہیں دیکھتا کہ تیرے پروردگار نے عاد ارم کے لوگونکے ساتھ کیسا سلوک کیا۔ جو بڑے بڑے ستونوں والے تھے یعنی بڑی بڑی عمارتیں بناتے تھے جن کی نظیر ملکوں میں پیدا نہیں ہوئی۔ اور پھر ثمود کو دیکھو کہ انکا کیا حال ہوا جنہوں نے وادی میں پتھروں کو تراشا۔ اور فرعون بڑے لشکروں والے کا کیا حال ہوا ان سب لوگوں نے شہروں میں سرکشی کی اور ان میں فساد کو بہت بڑھا دیا (اور اس سرکشی کیوجہ سے) تیرے رب نے ان سب پر عذاب کا کوڑا لگایا۔ بیشک اب بھی تیرا پروردگار ان کفار کی سزا ہی کیلیے گھات میں لگا ہے"۔ ایسا ہی سورۃ القمر میں مختلف قوموں پر عذاب ہلاکت کے آنیکا بیان کرکے ہر ایک کے ذکر کے بعد فرماتا ہے ولقد یسرنا القرآن للذکر فہل من مدکر۔ یعنی ہمنے قرآن کو ان لوگوں کے (پہلی قوموں کی حالتوں کو دیکھکر) نصیحت پکڑنیکے لیے آسان کردیا ہے پھر کوئی ہے جو نصیحت پکڑے۔ نوح کی قوم۔ ثمود اور عاد۔ فرعون اور لوط کی قومیں کل کی کل ہلاک کی گئیں۔ پس کیا کفار مکہ بچ جائیں گے۔ چنانچہ ان قوموںکی ہلاکت کا ذکر کرکے اخیر پر فرماتا ہے۔ اکفارکم خیر من اولئکم ام لکم براءۃ فی الزبر ام یقولون

نحن جمیع منتصر سیہزم الجمع ویولون الدبر بل الساعۃ موعدہم والساعۃ ادہیٰ وامر۔ اے مکّہ کے رہنے والو تم میں جو کافر ہیں وہ ان پہلوں سے کچھ بہتر ہیں؟ (جو انپر عذاب نہیں آئیگا) یا پہلی کتابوں میں تمہارے لیے کوئی معافی کا حکم لکھا ہوا ہے؟ یا یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم بڑی قوی جماعت بدلہ لینے والی ہیں؟ سو یہ سارا گروہ شکست کھائیگا اور (مسلمانوں کے مقابلے میں) پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔ ہاں ایک خاص گھڑی انکے وعدے کا وقت ہے اور وہ گھڑی بہت ہی سخت اور کڑوی ہے۔

پادری سیلؔ نے اس بات کا انکار کیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کوئی ثبوت اپنے خدا کیطرف سے ہونیکا دیا ہو۔ مگر بات یہ ہے کہ جس صفائی سے قرآن کریم نے اپنے دعووں کا ثبوت دیا ہے اسکی نظیر دوسرے لوگوں کی مقدس کتابوں میں تلاش کرنا عبث ہے۔ مذہب کی بنا دو ضروری اصولوں پر ہے۔ ایک یہ کہ خدا ہے جسکا علم اور قدرت ایسے وسیع ہیں کہ وہ ہمارے دل کے چھپے ہوئے خیالوں سے بھی آگاہ ہے اور ہر بدکردار کو سزا دینے پر قادر ہے اور دوسرا یہ کہ نیک و بد افعال کی جزا و سزا ملے گی۔ کیونکہ مذہب کی غرض وغایت یہ ہے کہ انسان کی زندگی تمام گناہوں سے پاک ہو کر وہ راستبازی سے زندگی بسر کرے۔ مگر یہ مدعا کبھی حاصل نہیں ہو سکتا۔ جبتک کہ یقین کامل سے اسے اس بات کا علم نہ ہو کہ اسکے اوپر ایک ایسی برتر اور اعلےٰ ہستی ہے۔ جسکی آنکھ سے کوئی چیز چھپ نہیں سکتی اور جسکے طاقتور ہاتھ سے کوئی چیز باہر نہیں جاسکتی اور یہ کہ جن نیک یا بد افعال کا مرتکب وہ اس دنیا میں ہوگا۔ انکا پھل یقیناً دوسری دنیا میں چکھیگا ایسے کامل یقین کے بغیر پاکیزگی حاصل نہیں ہو سکتی اور پاکیزگی کے بغیر نجات ناممکن ہے۔ اب دو باتیں قرآن کریم نے نہایت صفائی سے ثابت کی ہیں۔ خدا تعالیٰ کی ہستی اور اسکے کامل علم اور قدرت کو اس طرح ثابت کیا ہے کہ ایسے وقت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کامیابی اور کفار کی ذلّت و شکست کی پیشگوئیاں کیں جب یہ دونوں باتیں بالکل ناممکن معلوم ہوتی تھیں۔ پھر ان زبردست پیشگوئیوں کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی پورا کر کے یہ ثابت کر دیا کہ واقعی خدا موجود ہے جو کامل علم اور کامل قدرت والا ہے اور اس طرح اسکی ہستی پر یقین تام ان پیشگوئیوں کے مشاہدہ کرنیوالوں کے دلوں میں پیدا کر دیا۔ دوسری بات عالم آخرت میں نیک و بد افعال کی جزا و سزا کا مسئلہ ہے اسکا ثبوت اس کتاب پاک نے ایسا دیا ہے جسکی نظیر دنیا کی کسی کتاب میں نہیں ملتی۔ اور وہ یہ ہے کہ قرآن شریف میں مومنوں کے لیے دو قسم کے وعدے اور کفار کے لیے دو قسم کے وعید ہیں ایک وعدہ اس دنیا میں کامیابی اور برکات کا اور دوسرا وعدہ عالم آخرت میں فلاح اور بہبودی کا۔ اور ایسا ہی ایک وعید اس دنیا میں سزا اور ہلاکت کا اور ایک وعید عالم آخرت میں سزا اور ہلاکت کا۔ اب چونکہ دوسری قسم کا وعدہ اور وعید ایک ایسے عالم کے متعلق ہیں جہاں انسان اس دنیا کی زندگانی میں نہیں جا سکتا اسلیے قرآن کریم نے اس وعدہ اور وعید کو قسم اول کے وعدہ اور وعید کے پورا کرنیسے ثابت کیا ہے مومنوں کے لیے جو نیک کام کرتے ہیں۔ قرآن کریم یہ وعدہ کرتا ہے کہ عالم آخرت میں انکو بڑی برکات اور نعماء کا وارث

کیاجاویگا۔ اور اسکے ثبوت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس دنیا میں بھی انکو فتوحات اور خوشحالی دیجاویگی۔ حالانکہ ان وعدوں کے وقت مسلمانوں کی حالت اس نازک پودے کی طرح تھی جو ابھی زمین سے نکلا ہی ہے۔ اور مخالفت کی سخت آندھی سے ہر وقت اکھڑ جانیکے خطرہ میں ہے۔ مگر اس دنیا کے وعدہ کو باوجودیکہ وہ اسقدر بعید از قیاس تھا۔ اللہ تعالے نے کامل طور پر پورا کر دینے کے ساتھ یہ ثابت کر دیا کہ عالم آخرت کا وعدہ بھی سچا ہے اور ایک وعدہ کے پورا ہونیسے گویا انہوں نے دوسرا وعدہ بھی اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لیا۔ ایسا ہی کفار کیلیے کتاب اللہ میں یہ وعید ہے کہ عالم آخرۃ میں انکی بدکرتوتوں کی پاداش میں ان کو سخت عذاب میں مبتلا کیاجاویگا اور اسکے ثبوت کیلیے ایک اور وعید اس دنیا کے عذاب کے متعلق دیا گیا حالانکہ اس وعید کے دینے کے وقت کفار کیحالت ایسی تھی کہ کبھی کوئی گمان ہی نہ کر سکتا تھا کہ یہ لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں کبھی شکست کی ذلت اٹھائینگے بلکہ وہ ان شکست اور ذلت کی پیشگوئیوں پر ہنستے تھے۔ مگر خدائے قادر اور ذوالجلال نے اس پیش گوئی کے وعید کو اسی دنیا میں کفار کو چکھا کر یہ ثابت کر دیا کہ اسکا وعید سزا عالم آخرت کے متعلق بھی بالکل سچا ہے۔ یوں ایک وعید کو پورا ہوتے دیکھکر کفار نے دوسرے وعید کو بھی گویا اپنی آنکھوں سے پورا ہوتے دیکھ لیا۔ یہ صاف اور کھلا طریق جزا و سزا کے ثبوت کا اور کسی کتاب میں ہمیں نظر نہیں آتا۔ اگر توریت کو دیکھتے ہیں تو اس میں عالم آخرت کے جزا و سزا کا نام بھی نہیں ملتا۔ بلکہ تمام زور اسی دنیا کی جزا و سزا پر ہی دیا گیا ہے دوسری طرف انجیل ہے جسنے نہ تو مومنین کو اس دنیا میں کامیابی اور فتح کے وعدے دیئے ہیں اور نہ مکذبین کو ہلاکت اور ذلت کے۔ بلکہ صرف عالم آخرت کا ہی حوالہ دیا ہے جو نرا دعوے ہی دعوے ہے کہ مومن ابراہیم کی گود میں بیٹھیں گے اور شریر جہنم میں جلینگے جہاں ہمیشہ کیلیے رونا اور دانتوں کا پیسنا ہوگا۔ پس توریت اور انجیل دونوں اس یقینی ثبوت سے بالکل خالی ہیں جو قرآن کریم نے دیا ہے اور یہ در اصل ایسا نرالا طرز ثبوت کا اور ساتھ اسکے ایسا صاف اور واضح طریق ہے کہ ایک طرف تو اسکی نظیر کسی کتاب میں نہیں ملتی اور دوسری طرف اسکی صفائی اور قطعیت خود لا نظیر ہے۔ پس جسقدر ثبوت انسان کی زندگی کو پاکیزہ بنانے اور گناہوں سے پاک کرنیکے لیے ضروری ہے وہ نہایت صفائی سے قرآن کریم اور ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے پیش کر دیا اور منجملہ دوسرے بیشمار امتیازوں کے اسلام کو یہ امتیاز بھی سب مذاہب پر حاصل ہے۔

وہ وعید جو قرآن کریم نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مجرم مکذبین کو اس دنیا کی سزا کے متعلق دیئے ہیں بعض وقت عالم آخرت کے وعیدوں کے ساتھ ایسے ملے جلے ہوئے ہیں کہ جھٹ ایک سے دوسرے کیطرف انتقال ہو جاتا ہے۔ اور بعض موقعہ یہ دونوں قسم کے وعید کو بالکل الگ۔ الگ کر کے بیان کیا گیا ہے جسے موٹی سے موٹی سمجھ والا انسان بھی آسانی سے سمجھ سکتا ہے اسکی ایک نظیر سورۃ القلم میں ملتی ہے جہاں مکہ

والوں کی سزا کا ایک تمثیل کے رنگ میں ذکر کیا ہے اور تمثیل ان الفاظ سے شروع کی ہے۔ انا بلونٰھم کما بلونا اصحٰب الجنۃ اذ اقسموا لیصرمنھا مصبحین ولا یستثنون فطاف علیھا طائف من ربک وھم نائمون فاصبحت کالصریم۔ یعنی ہم کفار مکہ کو اسی طرح آزما دینگے جیسا ہم نے باغ والوں کو آزمایا جبکہ انہوں نے قسمیں کھا کھا کر کہا کہ صبح ہوتے ہی ہم اسکے پھل ضرور توڑ لینگے۔ اور اس بات کا انکو ایسا یقین تھا کہ انشاء اللہ بھی نہ کہا مگر وہ ابھی سوتے ہی تھے کہ تیرے پروردگار کیطرف سے عذاب الٰہی اسپر پھر گیا اور وہ صبح تک ایسا ہو گیا جیسا جڑ سے کٹا ہوا + اس باغ کے پھل گویا مکہؔ والوں کی محنت کے پھل تھے۔ اور اس تمثیل میں انہیں یہ سمجھایا گیا کہ جو کچھ تم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں کر رہے ہو یہ تمہاری محنت سب اکارت ہو جائے گی اور تمثیل کے اخیر یہ باغ والوں کے یہ الفاظ بیان کیے گئے ہیں۔ قالوا سبحٰن ربنا انا کنا ظٰلمین اور پھر قالوا یٰویلنا انا کنا طٰغین۔ یعنی بول اٹھے کہ پاک ہے پروردگار ہمارا ہم بیشک ظالم تھے۔ اور پھر بول اٹھے کہ افسوس ہمپر ہم بیشک سرکش تھے + بعینہٖ ایسے الفاظ مکہؔ والوں نے اسوقت کہے جب فتح مکہ کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور انہوں نے اپنے قصوروں کا اعتراف کیا اور طالب معافی ہوئے۔ پھر اسکے بعد اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کذٰلک العذاب ولعذاب الاٰخرۃ اکبر لو کانوا یعلمون۔ ایسا ہی عذاب ان اہل مکہؔ پر نازل ہوگا۔ (اور یہ تو دنیا کا عذاب ہے) آخرت کا عذاب اس سے کہیں بڑھکر ہے۔ اے کاش اگر یہ لوگ سمجھتے اور پھر کفار کے اس عذاب کا ذکر کرکے ساتھ ہی دوسری آیت میں فرمایا۔ ان للمتقین عند ربھم جنّٰت النعیم۔ یعنی پرہیزگاروں کے لیے اپنے پروردگار کے حضور نعمتوں کے باغ ہیں جس سے اس تقابل کا بیان کرنا مقصود ہے جسکا ذکر اوپر ہوا ہے۔ یعنی جیسا کفار کے لیے اس دنیا میں بھی کچھ عذاب ہے اور پھر آخرت میں اور بھی بڑھکر عذاب ہوگا۔ ایسا ہی پرہیزگاروں کے لیے باغ ہیں جو اس دنیا میں بھی انکو ملینگے اور آخرت میں بھی۔ اب یہ سورت نہایت ابتدائی زمانہ کی ہے اور اسی میں آخرت کے وعدہ اور وعید کا یہ ثبوت دیا گیا ہے کہ مجرموں کے باغ اور انکی محنتوں کے پھل اسی دنیا میں ضایع کیے جائینگے اور مومنوں کو باغ دیئے جائینگے اور اس دنیا میں انکو باغ دینے سے اسطرف اشارہ ہے کہ آخرت میں بھی انکو باغ دیئے جائینگے اور کئی جگہ بھی اس دنیا کے وعید اور آخرت کے وعید کے تعلق کو ایک جا بیان کرکے ظاہر فرمایا ہے جیسا سورہ طور میں۔ وان یروا کسفا من السماء ساقطا یقولوا سحاب مرکوم فذرھم حتّٰی یلٰقوا یومھم الذی فیہ یصعقون یوم لا یغنی عنھم کیدھم شیئا ولا ھم ینصرون۔ وان للذین ظلموا عذابا دون ذٰلک ولکن اکثرھم لا یعلمون۔ اور اگر آسمان سے ایک ٹکڑا یعنی عذاب الٰہی اترتا ہوا دیکھیں تو پھر بھی یہی کہیں گے کہ یہ بادل ہے تہ بتہ۔ پس چھوڑ دے انکو جبتک اسدن کو پا دیں جس دن کہ وہ بیہوش کیئے جاوینگے جسدن انکی جنگ یا تدبیر کچھ بھی انکے کام نہ آویگی اور نہ ہی انکو مدد پہونچیگی اور ان لوگوں کے لیے جو گنہگار ہیں اس عذاب کے علاوہ ایک اور عذاب بھی ہے لیکن بہت انکے نہیں جانتے ایسا ہی

سورۃ القمر میں عاد اور ثمود اور دوسری قوموں کا ذکر کر کے جو ہلاک کی گئیں۔ کفار مکہ کے لیے عذاب کا وعید ہے اور دنیا کے عذاب کا ذکر کرتے کرتے عذاب قیامت کو ایسے طور سے بیان کیا ہے کہ گویا اسی دنیا کے عذاب کا ہی وہ بھی ایک حصہ ہے کیونکہ ایک کو دوسرے سے بہت تعلق ہے۔ چنانچہ فرمایا سیھزم الجمع ویولون الدبر بل الساعۃ موعدہم والساعۃ ادھی وامر ان المجرمین فی ضلل وسعر۔ عنقریب وہ وقت آتا ہے کہ کفار کی جماعت شکست کھائیگی اور مسلمانوں کے مقابلے میں پیٹھ پھیر کر بھاگ جائینگے مگر ایک گھڑی اسکے لیے مقرر ہے اور وہ گھڑی بڑی مصیبت لانیوالی اور تلخ ہے۔ بیشک مجرم لوگ ہلاکت اور رنج کی راہ میں ہیں۔ یہانتک پیشگوئی اسی دنیا کے عذاب کے متعلق ہے جو کفار کو شکست اور ناکامی کے رنگ میں پیش آنیوالا تھا اور جسکا ظہور بدر میں ہوا۔ مگر اگلی آیت میں دونوں عذابوں کو ملا دیا ہے۔ یوم یسحبون فی النار علے وجوھہم ذوقوا مس سقر۔ اس دن منہ کے بل گھسیٹ کر آگ میں ڈالے جائینگے اور کہا جائیگا کہ اب دوزخ کا مزہ چکھو۔ اس آیت میں منہ کے بل گھسیٹا جانا تو اسی دنیا میں واقع ہوا جب بدر کے مقتول اس طرح پر گھسیٹے جا کر گڑھے میں ڈالے گئے۔ اور پھر ساتھ ہی اسکے دوسرے عذاب کا جو عالم آخرت میں ہونیوالا تھا ذکر فرمایا کہ جس طرح تم نے دنیا کا عذاب دیکھا اب اسی طرح آخرت کا عذاب بھی چکھو۔

جیسا بدکاروں کے لیے دوہری سزا رکھی گئی ایک اسی دنیا میں اور ایک آخرت میں۔ ایسا ہی راستبازوں کے گروہ کے لیے دوہری برکات رکھی گئیں۔ یعنی اس دنیا میں کامیابی اور فتوحات اور دوسری دنیا میں فلاح اور نجات۔ دنیا کی عزت اور کامیابی گویا آخرت کی عزت اور کامیابی کا ایک نمونہ تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر جو سب سے پہلے وحی نازل ہوئی اس میں بھی یہ اشارہ پایا جاتا ہے۔ اقرء وربک الاکرم۔ پڑھ اور تیرا پروردگار بزرگ تر ہے۔ اب ظاہر ہے کہ جیسا عزت والا اور بزرگ آقا ہوگا اسی کی عزت اور بزرگی کے مطابق اس کے بندے کی عزت اور بزرگی بھی ہوگی۔ یہاں اللہ تعالے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتا ہے کہ تیری ربوبیت کرنے والا وہ ہے جو سب بڑوں سے بڑا ہے۔ پس تو کبھی ذلیل اور ناکام نہیں ہوگا۔ کیونکہ تیری پرورش اس نے اپنے ذمہ لی ہے جو سب کریموں سے بڑا کریم ہے۔ علاوہ ازیں ہر ایک پیشگوئی جو آنحضرت کے دشمنوں کی ہلاکت کے لیے کی گئی تھی۔ وہ خود آپ کے مظفر و منصور اور کامیاب و بامراد ہونے کی ایک پیش گوئی تھی۔ اور پھر سارے قرآن شریف میں اللہ تعالے دو گروہوں کو ایک دوسرے کے بالمقابل بیان فرماتا ہے۔ یعنے ایک مخلصین اور مومنین کا گروہ جس کو مظفر و منصور قرار دیا گیا ہے۔ اور دوسرا مجرمین اور مکذبین کا گروہ جس کو ناکام و نامراد اور مورد غضب الٰہی قرار دیا گیا ہے۔ اور بار بار ان دو گروہوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ کہ کیونکر حضرت موسے کامیاب ہوئے اور فرعون ہلاک ہوا۔ حضرت نوح کامیاب ہوئے۔ اور وہ قوم جو آپ پر تمسخر کرتی تھی ہلاک کی گئی۔ حضرت ابراہیم۔ لوط۔ ہود۔ شعیب۔ صالح۔

اور دوسرے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام مظفر و منصور اور بامراد ہوئے اور انکے دشمن انکی آنکھوں کے سامنے ہلاک یا ذلیل اور خوار ہوئے۔ سورہ والصّٰفّٰت میں اسی طرح راستباز انبیاء کی فلاح اور کامیابی اور انکے مکذبین کی ہلاکت اور نامرادی کو بیان کرنیکے بعد اللہ تعالےٰ فرماتا ہے فکفروا بہ فسوف یعلمون ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین انھم لھم المنصورون وان جندنا لھم الغالبون۔ ان لوگوں نے اس نبی کا انکار کیا سو وہ تو عنقریب اسکا نتیجہ معلوم کر لینگے اور ہمارے ان بندوں کے حق میں جو ہمارے رسول ہیں ہمارا یہ وعدہ پہلے سے ہی ہو چکا ہوا ہے کہ وہی منصور و مظفر ہونگے اور جو ہمارے لشکر ہیں وہی غالب ہونگے یہ وہ وعدے تھے جنکو اپنی آنکھوں سے پورے ہوتے دیکھکر مسلمان اس یقین سے بھر گئے کہ بیشک خدا کے کل وعدے سچے ہیں اور انکا ایمان خدا اور عالم آخرت پر یقین کے درجہ تک پہنچ گیا۔ یہ ایسا مشاہدہ تھا کہ جس سے انہوں نے خدا کو اپنی قدرتوں کے ساتھ ایسا شناخت کر لیا گویا کہ دیکھ ہی لیا اور جو دیوار حجاب کی انسان اور خدا کے درمیان حایل ہے وہ گویا بالکل اٹھ گئی اُس دنیا کا جنت اور اسکی خوشیاں انکے لیے ایسی خوشیاں تھیں جنکو گویا وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے کیونکہ اس دنیا کے جنت اور کامیابیاں انکو حسب وعدہ الٰہی حاصل ہو چکی تھیں۔

یہ وہ واقعات ہیں جن کی تصدیق ہر ایک ایسا شخص کر سکتا ہے جو قرآن کریم کو غور سے پڑھے اور ان واقعات سے یقینی اور قطعی نتیجہ اس بات کا پیدا ہوتا ہے کہ نیک و بد افعال کی جزا و سزا دوسرے عالم میں ملنے والی ہے۔ گویا نیک افعال ایک بیج کی طرح ہیں جو یہاں بویا جاتا ہے اور جسکا پھل کھلے طور پر عالم آخرت میں انسان کو ملتا ہے۔ اور ایسا ہی برے افعال اس بیج کی طرح ہیں جن کا برا پھل انسان کو آیندہ کی زندگی میں کھانا پڑے گا۔ مگر ان واقعات کے ہوتے ہوئے پادری سیل اس بات کا انکار کرتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان باتوں کا جو کفار عرب کے سامنے آپ پیش کرتے تھے ثبوت بھی دیا۔ میں نہیں سمجھ سکتا اس سے زیادہ واضح اور بین ثبوت اسکا اور ہو ہی کیا سکتا تھا۔ اگر پادری صاحب اس سے کوئی بہتر ثبوت پیش کر سکتے ہوں تو وہ کریں۔ اللہ تعالےٰ کی ہستی اور جزا و سزا کا اگر کوئی ثبوت صحیح اور شبہ سے خالی ہو سکتا ہے تو وہ وہی ہے جو قرآن کریم نے دیا ہے مگر پادری صاحبان بیہودہ معجزات کے ایسے قایل ہو گئے ہیں کہ انکو سیدھا ثبوت ہی سمجھ میں نہیں آتا انکے نزدیک مسیح کا پاک پانی کو ناپاک شراب کی صورت میں بدل دینا ہی اس بات کا ثبوت ہے کہ خدا ہے اور نیک و بد اعمال کی جزا و سزا ملیگی حالانکہ اتنا نہیں سوچتے کہ وہ مہمان جن کو یہ نئی شراب معجزہ کے ذریعے بنا کر دیگئی تھی وہ تو پہلے ہی شراب سے بدمست اور متوالے ہو رہے تھے خدا جانے اس نشہ میں کیا چیز انکو پلادی تھی جسکو وہ شراب سمجھے کیونکہ متوالے آدمی کو کوئی بدبودار چیز دو وہ اسے شراب ہی سمجھ کر پی جائیگا۔ پھر بھوت نکالنا ایک اور معجزہ بیان کیا جاتا ہے۔ جاہل لوگ تو ایسی باتوں سے متاثر ہو سکتے ہیں مگر ایک سمجھدار آدمی کب اس بات کو مانیگا کہ اس سے

ص ۲۷ انا لننصر رسلنا والذین آمنوا فی الحیوۃ الدنیا

خدا کی ہستی یا جزا و سزا کا مسئلہ ثابت ہو گیا کاش پادری صاحبان ان باتوں پر غور کریں۔

سیل صاحب کے بعض استدلال پڑھکر تو ہنسی آتی ہے۔ مثلاً وہ کہتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کوئی نشان یا ثبوت اپنے دعوے کی تائید میں پیش نہیں کیے بلکہ چونکہ وہ اپنے مخالفین کیلیے دوزخ کی نہایت ڈراؤنی تصویریں کھینچ کر دکھاتے تھے اور ایمان لانیوالوں کے لیے بہشت کے نعماء کا عمدہ عمدہ پیرایوں میں ذکر کرتے تھے اسلیے عرب انکی باتکو مان گئے۔ پادری صاحب واقعی ایسے بھولے نہیں جیسا انکے اس بیان سے سمجھا جاویگا وہ خوب جانتے ہیں کہ خالی دھمکیوں اور خشک وعدوں سے کب کوئی انسان مان جاتا ہے جبتک ثبوت ساتھ نہ ہو۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ باوجود دوزخ کے عذاب کو طرح طرح کے پیرایوں میں بیان کرنیکے بلکہ باوجود اسکے کہ انکو اسی دنیا میں عذاب کے آنیسے ڈرایا گیا تھا پھر بھی بہت سے لوگوں نے آپکو ماننے سے انکار کیا۔ عرب کا ماننا اس وجہ سے نہ تھا کہ دوزخ کے عذاب اور بہشت کی نعماء کا ذکر کیا گیا تھا بلکہ جیسا کہ صاف سمجھ میں آتا ہے اسکی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے ہزاروں آسمانی نشان اور سینکڑوں زبردست پیشگوئیاں پوری ہوتی دیکھکر اچھی طرح سے اس بات کو سمجھ لیا کہ جو کچھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کہہ رہے ہیں وہ بالکل حق ہے اور اللہ تعالے کی ہستی اور جزا و سزا کے مسئلہ کا کھلا کھلا اور بیّن ثبوت انکو ملگیا۔ بدیونکی وہ گھنی تاریکی جو سارے جزیرہ نما عرب پر چھا گئی تھی اور جو عربونکے خون کے اندر رچ چکی تھی۔ وہ خالی دعووں سے دور ہو سکتی تھی کیونکہ خالی دعوے تو یہودی اور عیسائی بھی پہلے کر چکے تھے۔ اور ناکامی کا منہ دیکھ چکے تھے۔ اس سخت تاریکی کے دور کرنیکے لیے آسمانی نشانوں اور زبردست دلایل کی تیز روشنی کی ضرورت تھی اور یہ ضرورت ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے آنیسے پوری ہوئی اللھم صل علے سیدنا محمد وعلے آل سیدنا محمد وبارک وسلم انک حمید مجید۔

یہ دعوے صرف حماقت پر مبنی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی صداقت کا کوئی ثبوت نہیں دیا۔ اگر ثبوت نہیں دیا تھا تو ایسی عظیم الشان تبدیلی کیونکر ظہور میں آگئی ایکطرف اس سخت مخالفت کو دیکھو جو ابتدائے دعوے میں کیگئی اور دوسریطرف اس کامل فرمانبرداری پر غور کرو جو آخر کار اہل عرب نے دکھائی تو کسقدر صفائی سے کھلجاتا ہے کہ نہایت زبردست دلایل اور چمکدار نشان دکھائے گئے جنہوں نے ان لوگونکے دلونکو باوجود سخت مخالفت کے مسخر کر لیا۔ پادری صاحبان یہی شور مچاتے رہتے ہیں کہ معجزہ کوئی نہیں دکھایا گیا۔ لیکن اگر یہ صحیح ہے کہ یسوع مسیح باوجود بہت سے عجیب و غریب معجزات دکھانیکے اپنے مخالفونکو اپنی صداقت کا قایل نہ کر سکا اور ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بغیر کوئی معجزہ دکھانیکے اپنے دشمنونکی کل قوم کی قوم کو اپنی زندگی میں اپنی صداقت کا قایل کر دیا تو پھر یہی ماننا پڑیگا۔ کہ معجزہ سے کمزور دلیل صداقت کی اور کوئی نہیں۔ ان لوگونکا جو مخالفت کر چکے ہوں آخر کار نبی کو مان لینا کوئی معمولی سی بات نہیں کیونکہ بانی مذہب کی موت کے بعد ہزاروں نہیں لاکھوں انسان مذہب کو

قبول کر لینگے مگر ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے سوائے اس امر کی کوئی اور نظیر پیش کرو کہ وہ مخالفین جو سالہا سال تک ہلاکت کے درپے ہو رہے تھے وہی آخر اپنی سب کرتوتوں سے تایب ہوکر اور اپنی پہلی باتوں سے رجوع کرکے پورے پورے فرمانبردار ہو گئے ہوں اور نبی کے بعد نہیں بلکہ نبی کی زندگی میں ہی ایسا ہوا ہو اصل بات یہ ہے کہ ہمعصری بڑی بلا ہے مرنیکے بعد تو ہزاروں قسم کی عظمتیں تسلیم کر لی جاتی ہیں یا بنالی جاتی ہیں اور انہی لوگوں کے جو مخالفت کر چکے ہوں بیٹے اور پوتے آسانی سے قبول کر لیتے ہیں مگر یہ کہ مخالفین خود ہی آخر کار اپنی مخالفت پر نادم اور اس سے تائب ہوں بہت ہی واضح اور بیّن ثبوت کو چاہتا ہے جو سرکش گردنوں کو خود بخود ہی نیچا کر دے۔ یہ بات صرف ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے حصہ میں آئی۔ اور اسکی وجہ یہ تھی کہ آپ کی نبوت اور منجانب اللہ ہونیکے دلایل شمس نصف النہار کی طرح چمک اٹھے یہانتک کہ ان لوگوں کو بھی اقرار کرنا پڑا جو سخت منکر تھے

Digitized by Khilafat Library

جیسا مخالفین کا آخر کار آپ کی نبوت اور صداقت کو تسلیم کر لینا یہ ظاہر کرتا ہے کہ نہایت ہی کھلے کھلے نشان اور ثبوت انکو دیئے گئے ایسا ہی آپکے صحابہ کی بے نظیر استقامت بھی اسی نتیجہ کی مؤید ہے کہ انکے ایمان کی ..... محکم بنا ایسے قطعی اور یقینی علم پر تھی جس میں کوئی چیز شک کو پیدا نہیں کر سکتی تھی۔ کم از کم اس بات سے پادریصاحبان بھی انکار نہیں کر سکتے کہ اس قسم کی استقامت کا نمونہ جو صحابہ نے دکھائی اور کسی نبی کے پیرووں میں ہمیں نہیں ملتا اور نہیں تو کم از کم پادریصاحبان گھر پر ہی ایک نظر ڈال لیں کہ جب حضرت مسیح کو مشکلات پیش آئیں جو بقول انکے بہت سے معجزات اپنے حواریونکو دکھا چکے تھے تو اسوقت حواریوں نے کیا استقامت دکھائی۔ پس اس مقابلہ سے یہ تو صاف ثابت ہوتا ہے کہ جو آسمانی نشان اور بیّن ثبوت ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے صحابہ نے دیکھے وہ حضرت مسیح کے آسمانی نشانونسے بہت ہی زیادہ زبردست اور طاقتور تھے کیونکہ نشانونکی شوکت اور قوت کے جانچنے کا ذریعہ تو نتیجہ ہی ہے آخر نشان اللہ تعالے عبث تو نہیں دکھاتا بلکہ وہ مومنونکے ازدیاد اور تقویت ایمان کا موجب ہوتے ہیں اور کفار آہستہ آہستہ اُنسے قایل ہوتے چلے جاتے ہیں۔ مگر یہ دونوں نتیجے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں سب انبیاء سے بڑھکر ثابت ہیں پس آپکے نشان بھی دوسرے انبیاء کے نشانونسے زیادہ طاقتور اور زیادہ صاف تھے۔ استقامت ایک ایسی چیز ہے جو بغیر اسکے کہ انسان علے بصیرت صداقت کو دیکھ لے۔ پیدا نہیں ہو سکتی کیونکہ اس دنیا کے آرام اور آسایشیں اور یہانکے فواید تو نقد ہیں اور آخرت کی خوشیاں ادھار۔ پس نقد کو چھوڑ کر انسان ادھار کو کیونکر قبول کر سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ اکثر انسان اسی دنیا پر سرنگون ہو رہے ہیں اور آخرت کا انہیں خیال تک بھی نہیں۔ اسکا علاج صرف انبیاء نے ہی کیا کیونکہ وہ خدا کی ہستی کے تازہ نشان دکھا کر اس یقینی ایمان کو پیدا کرتے ہیں۔ جس کو حاصل کر کے انسان آخرت کو اس دنیا پر

ترجیح دیتا ہے اور اس دنیا کے فواید کو ہیچ سمجھکر آخرت سے ہی اپنا دل لگاتا ہے جبتک اس یقینی ایمان سے دل نہ بھر جائے انسان کبھی گوارا نہیں کر سکتا کہ دین کیخاطر دنیا کے کل فواید کو نظر انداز کر دے یہانتک کہ سالہا سال مصائب اور تکلیفوں میں رہنا اور اپنی جان کو ہاتھ سے دینا پسند کرے مگر ایمان کو ہاتھ سے نہ دے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی برداشت مصایب کسی فوری جوش کا نتیجہ نہیں تھی بلکہ قریباً ساری عمر ہی نہایت صبر اور استقامت سے مصایب کی برداشت وہ کرتے رہے اور ایک لمحہ کیلیے بھی متزلزل نہیں ہوئے۔ بلکہ جوں جوں ان مصایب کا زمانہ اور شدت بڑھتی گئی انکی استقامت اور قوت ایمانی بھی ترقی کرتی گئی یہانتک کہ کل دنیوی فواید کو چھوڑنیکے بعد آخر انہوں نے اپنی جانوں کو بھی اپنے پیارے نبی پر قربان کرنیسے دریغ نہ کیا یہ کیونکر ہو سکتا تھا جبتک کہ انکے دل آپکی صداقت کے یقین سے بھر نہ چکے تھے اور ایسا قطعی ثبوت انکو نہ مل چکا تھا جسکے نزدیک شک اور شبہ پھٹک نہ سکتا تھا۔ پادریصاحبان یہ کہدیا کرتے ہیں کہ وہ بہشت کی خوشبوں پر ایسے لٹو ہو گئے تھے کہ سب کچھ اسکی خاطر کھو دیا کبھی یہ نہیں سوچتے کہ کون شخص اس دنیا کی آسایشونکو خیالی خوشیونکے لیے قربان کر سکتا ہے وہ خود ہی سوچیں کہ انہوں نے دوسری دنیا کی خوشی کے لیے اپنی کس آسایش کو چھوڑا ہوا ہے اصل بات یہی ہے کہ صحابہ نے ایسے کھلے نشان اور بین ثبوت دیکھے کہ عالم آخرت کے وعدے انکو اس دنیا کی حقیقتوں سے بڑھکر سچے نظر آگئے +

پادریصاحب ثبوت کا انکار کرتے ہیں مگر میں کہتا ہوں کہ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی استقامت کفار کیلیے کم ثبوت تھی؟ اس سے زیادہ بین ثبوت اور کیا ہو سکتا تھا کہ کل قوم نے متفق ہوکر ہر ایک کوشش ہلاک کرنے کی کی جو انکی طاقت میں تھی مگر ایک اکیلے آدمی کے مقابلہ میں انکی ہر ایک کوشش اکارتھ جاتی تھی۔ کیا وہ نہیں دیکھ سکتے تھے کہ جس صورت میں تمام زمینی اسباب آپکی مخالفت میں لگے ہوئے ہیں تو ضرور ہے کہ انسانوں سے بڑھکر کوئی اور طاقتور ہاتھ آپکی تائید میں ہو۔ دنیا تو کل مخالفت پر جھکی ہوئی تھی پھر وہ کونسی طاقت تھی جسکی وجہ سے آپ روز بروز کامیاب ہی ہوتے چلے جاتے تھے اور مخالفین کی تمام کوششیں ناکام اور نامراد رہتی تھیں۔ اور پھر وہ باتیں بھی ایسی کہتے تھے جو مخالفین کو مشتعل کرنیوالی تھیں کیونکہ وہ انکے بتوں اور معبودونکو برا کہتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ وہ خدائے برتر کے بالمقابل کوئی طاقت اور کوئی حقیقت نہیں رکھتے اور کہ کفار پر انکی بت پرستی اور بدکاریوں کی وجہ سے عذاب نازل کیا جائیگا پس کون شخص ان بت پرستوں میں ایسا تھا جو اپنے مذہب پر قایم ہونیکے باوجود ان باتوں سے جوش میں آکر آپکی ہلاکت کے درپے نہ ہوتا باوجود سب کوششوں کے وہ دیکھتے تھے کہ جو تجویز وہ کرتے ہیں ان میں آخر کار انکو ناکامی اور نامرادی ہی ہوتی ہے۔ کیا یہ انکے لیے ایک بین نشان نہ تھا کہ خدا تعالے کا طاقتور ہاتھ غیب میں آپکی تائید کر رہا ہے؟ کیا انکو نظر نہ

آتا تھا کہ وہ راستوں میں بیٹھنے اور لوگوں کو روکتے اور دھمکاتے ہی رہ جاتے ہیں مگر پھر بھی لوگ باوجود اس علم کے کہ آپ کے ساتھ ہونے سے سخت ایذائیں اور تکالیف پہنچیں گی آپکو قبول کرتے جاتے ہیں؟ کیا یہ نشان نہ تھا کہ کوئی اور طاقت جو انسانی طاقت سے بالاتر ہے آپکے ساتھ اور آپ کے مخالفین کی مخالفت میں کام کر رہی تھی؟ وہ تمام کوششیں آپکو روکنے کی کر چکے تھے۔ دولت عزت حکومت غرضیکہ ہر طرح کا لالچ پیش کر چکے تھے پھر جب انسے کام نہ بنا تو دھمکیاں بھی دیں اور آخر کھلے کھلے ہلاک کرنیکے درپے ہوئے مگر کوئی چیز بھی آپکو اپنے راہ سے ایک بال کے برابر بھی نہ ہٹا سکی۔ ایک اور نشان آپکی صداقت کا جو کفار آپکے وجود میں دیکھتے تھے آپ کا ایمان اپنی آیندہ کامیابی پر تھا جس میں سخت سے سخت تکلیفوں اور بظاہر ناکامیوں کے وقت میں ایک ذرہ بھر بھی فرق نہیں آیا۔ یہ طاقت انسانی علم تو نہیں پھر وہ کونسی چیز تھی جو آپکو یقین دلا رہی تھی کہ آخر کار آپ ضرور غالب ہونگے۔ اور آپکے کل مخالفین ہلاک اور ناکام ہونگے؟ یہ وہ باتیں تھیں جو کفار سے چھپی ہوئی نہ تھیں۔

پھر قرآن شریف میں صاف یہ دعوے پایا جاتا ہے کہ کفار کو معجزات اور نشان دکھائے گئے۔ کیا ان سورتوں میں جو ابتدا میں نازل ہوئیں اور کیا ان میں جو اخیر میں نازل ہوئیں۔ اول الذکر سورتوں میں سورۃ القمر ہے جسکی دوسری آیت میں ہے۔ وان یروا اٰیۃ یعرضوا ویقولوا سحر مستمر۔ یعنے جب کافر کوئی نشان دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں یہ جادو ہے جو سدا سے ہوتا چلا آیا ہے اس سے مراد انکی یہ تھی کہ پچھلے انبیاء کے معجزے بھی جادو تھے۔ اسی قسم کے یہ معجزے ہیں۔ پس نشانوں کو جادو کہنا صاف اس امر کی شہادت ہے۔ کہ نشان دیکھے تو کفار نے ضرور تھے مگر انکو جادو کہکر ٹال دیا۔ ایسا ہی سورۃ والصّٰفّٰت کی آیات ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ میں فرمایا۔ واذا ذکروا لا یذکرون واذا راوا اٰیۃ یستسخرون وقالوا ان ہذا الا سحر مبین۔ یعنی جب کفار کو سمجھایا جاتا ہے تو سمجھتے نہیں اور جب کوئی نشان دیکھتے ہیں تو اسکی ہنسی اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو صریح جادو ہے۔ ان آیات سے بھی نشانوں کا دیکھنا اور انکا نام جادو رکھنا ثابت ہے ایسا ہی سورۃ صٓ میں فرمایا۔ وقال الکافرون ہذا ساحر کذاب۔ یعنی کافر آنحضرت کو کہتے تھے کہ یہ جادوگر ہے جھوٹا انکا جادوگر کہنا بھی اسیوجہ سے ہی تھا جو پہلی آیات میں بیان ہوئی یعنی وہ آپکے نشانوں کو جادو کہتے تھے ان تمام آیات سے ثابت ہے کہ کفار نے اس بات سے تو کبھی انکار نہیں کیا کہ خارق عادت امور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ظاہر ہوتے رہے۔ ہاں ابتدائی زمانہ میں جب وہ آپکی نبوت کے منکر تھے تو ان امور کو جادو کیطرف منسوب کرتے تھے اور پھر آخر کار جب اور بیّن ثبوتوں اور نشانوں کو دیکھکر حق کو سمجھ گئے تو انہوں نے اپنے پہلے قول سے رجوع کر کے انہی امور کو نشان تسلیم کیا۔ بہرحال اس امر سے کبھی بھی انکار

نہیں کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے خارق عادت امور ظاہر ہوتے ہیں۔
جیسا ابتدائی سورتوں میں کفار کا اقرار نشان دیکھنے کا موجود ہے ویسا ہی بعد کی سورتوں میں بھی ڈ آئتیہ فی
میں کھلا کھلا دعوے کیا گیا ہے کہ کفار کو نشان دکھائے گئے سورۃ انعام میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ قد جاءکم
بصایر من ربکم فمن ابصر فلنفسہ ومن عمی فعلیھا۔ اے لوگو تمہارے رب کی طرف سے تو کھلے نشان تمہارے پاس آچکے
پھر جو ان نشانوں کو دیکھتا ہے اسیکے فایدہ کیلیے ہے اور جو دیدہ و دانستہ اندھا ہو جائے اسکا وبال اسی پر ہوگا۔
اور سورۃ البقرہ میں فرمایا۔ ولقد انزلنا الیک آیات بینات وما یکفر بہا الا الفاسقون۔ ہم تو تیری طرف کھلے کھلے نشان
اتار چکے ہیں اور کوئی انکا انکار نہیں کر سکتا سوائے انکے جو فاسق ہیں ایسا ہی سورۃ آل عمران میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،
کیف یھدی اللہ قوما کفروا بعد ایمانھم وشھدوا ان الرسول حق وجاءھم البینات۔ کیونکر خدا ہدایت دے ان لوگوں کو
جنہوں نے کفر کیا بعد اسکے کہ وہ ایمان لا چکے تھے اور یہ گواہی دیچکے تھے۔ کہ یہ رسول برحق ہے اور انکے پاس کھلے نشان آچکے
جو کہانی کفار کے اعتراضات اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے جوابوں کی سیل صاحب نے بنائی ہے وہ بھی
قابل غور ہے وہ کہتا ہے کہ جب کفار نے معجزات مانگے تو انکو یہ جواب دیا گیا کہ معجزات ہم اسلیے نہیں بھیجتے کہ
پہلوں نے انکی تکذیب کی۔ اور اسکے لیے سورۃ حجر اور بنی اسرائیل کا حوالہ دیتا ہے پھر کہتا ہے کہ چونکہ اس جواب سے
کفار کا اطمینان نہ ہوا اسلیے مجبوراً انہوں نے یہ رائے لگائی کہ یہ قرآن اساطیر الاولین اور قول شاعر ہے۔ اب ہم
دیکھتے ہیں کہ کفار کا قرآن شریف کو اساطیر الاولین کہنا سورۃ القلم میں موجود ہے اور پھر سورۃ التطفیف میں موجود ہے اور یہ دونوں
سورتیں ابتدائی زمانہ نبوت کی ہیں پس سیل صاحب کے دعوے کے روسے سب سے پہلے سورۃ بنی اسرائیل اور سورۃ حجر
نازل ہوئیں اور انکے جواب میں سورۃ القلم اور التطفیف نازل ہوئیں ایسا ہی انکا قرآن شریف کو قول شاعر کہنا
والصّٰفّٰت اور الحاقہ میں موجود ہے جو وہ بھی تمام محققین کے نزدیک بنی اسرائیل اور حجر سے پہلے کی نازل شدہ ہیں
پھر یہیں ختم نہیں کرتا بلکہ وہ کہتا ہے کہ اسکے بعد سورۃ البروج اور العبس اور القریش اور الطین اور الطور نازل ہوئیں اگر
نہیں تو کم از کم پادری صاحب آپنے بھائیوں کی تحریروں کو پڑھ لیتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ انکی یہ کہانی سراسر جھوٹ اور خلاف واقعہ ہے
مگر پادری صاحبان کو تو اسلام کے خلاف لکھنے کو کچھ چاہیئے انہیں سچ اور جھوٹ یا تحقیق سے کیا غرض؟
سیل صاحب کے نزدیک انکار معجزات دو جگہ قرآن شریف میں پایا جاتا ہے۔ اول سورۃ الحجر کی آٹھویں آیت میں پس شروع سے
اس سورت کی آٹھ آیتیں نقل کرتا ہوں تاکہ ناظرین خود معلوم کر لیں کہ یہ پادری صاحب کی محض غلط بیانی ہے۔ الٓر تلک
ایٰت الکتٰب وقرآن مبین ٭ ربما یود الذین کفروا لو کانوا مسلمین ٭ ذرھم یاکلوا ویتمتعوا ویلھھم الامل فسوف یعلمون ٭ وما اھلکنا
من قریۃ الا ولھا کتاب معلوم ٭ ما تسبق من امۃ اجلھا وما یستاخرون ٭ وقالوا یایھا الذی نزل علیہ الذکر انک لمجنون ٭
لوما تاتینا بالملٰئکۃ ان کنت من الصادقین۔ ما ننزل الملٰئکۃ الا بالحق وما کانوا اذا منظرین :۔۔

یہ آیتیں ہیں کتاب کی اور کھلے قرآن کی ایک دن ہوگا کہ کافر بہتیری ہی آرزو کریںگے کہ اے کاش ہم بھی مسلمان ہوتے۔ چھوڑ دو انکو کھائیں اور دنیا کے چند روزہ فایدہ اٹھائیں اور آرزوئیں انکو غافل کیئے رکھیں اور ہم نے کسی بستی کو ہلاک نہیں کیا مگر اسکی میعاد ہلاکت پہلے سے لکھی ہوئی موجود تھی پھر اسوقت مقرر شدہ سے نہ کوئی قوم آگے بڑھ سکتی ہے (یعنی وقت مقرر شدہ سے پہلے ہلاک نہیں کیجاتی) اور نہ پیچھے رہ سکتی ہے (یعنی جب وہ وقت آجاتا ہے تو پھر وہ بچ نہیں سکتی) اور کہتے ہیں کہ اے وہ شخص جسپر ذکر اتارا گیا تُو تو دیوانہ ہے (یعنی تو جو ہماری ہلاکت کی خبر دیتا ہے وہ پوری تو ہوتی نہیں پس یہ تیری بات مجنونانہ ہے) اگر تو سچا ہے تو فرشتوں کو (جو تو کہتا ہے ہماری سزا کے لیئے آئینگے) ہمارے سامنے کیوں نہیں لا کھڑا کرتا۔ (بات یہ ہے کہ) ہم فرشتوں کو نہیں اتارتے مگر آخری فیصلہ کیلیئے اور (جب فرشتے عذاب لیکر آگئے تو) اسوقت انکو مہلت بھی ندی جائیگی"۔ صاف ظاہر ہے کہ فرشتوں کے اترنے سے مطلب کفار کا یہ تھا کہ عذاب کیوں نہیں آتا اور اسی کا جواب دیا گیا کہ عذاب کا وقت تو مقرر ہے جیسا پہلی امتوں کے عذاب کا وقت بھی مقرر تھا۔ سو وقت سے پہلے وہ آئیگا نہیں۔ اور جب آگیا تو پھر ٹلے گا نہیں +

دوسری آیت جس سے سیل صاحب انکار معجزات نکالتے ہیں سورہ بنی اسرائیل کی آیت وما منعنا ان نرسل بالآیات الا ان کذب بہا الاولون ہو مگر ظاہر ہے کہ الآیات سے مراد کل آیات نہیں بلکہ خاص آیات ہیں کیونکہ وجہ نہ بھیجنے کی یہ دی ہے کہ پہلوں نے انکو جھٹلایا سو یہ تو ممکن ہی نہیں کہ پہلے لوگ ان کل نشانات کو جھٹلا چکے ہوں جو خدا دکھا سکتا تھا۔ کیونکہ خدا کی طاقت غیر محدود ہے وہ طرح طرح کے نشان دکھا سکتا ہے پس یہاں ال خصوصیت کا ہے اور مراد وہ اقتراحی معجزات ہیں جو کفار اپنی ہلاکت کے لیئے آپ مانگا کرتے تھے کبھی کہتے تھے پتھر آسمان سے برسیں کبھی کہتے تھے دردناک عذاب میں ہم مبتلا ہو جائیں سو فرمایا کہ اقتراحی معجزات ہلاکت ہم نہیں بھیجتے بلکہ جس رنگ میں چاہیں گے عذاب دینگے جیسا کہ اخیر آیت پر فرمایا وما نرسل بالآیات الا تخویفا۔ یعنی غرض ہلاکت کی نشانیاں بھیجنے سے تو صرف ڈرانے کی ہوتی ہے یعنی تا لوگ اپنے مولے سے ڈریں۔ سو اسکے لیے کیا ضرورت ہے کہ اسی قسم کا عذاب دیا جاوے جو خود وہ لوگ اپنی بیوقوفی سے مانگتے ہیں یا ایسا عذاب دیا جائے جو پہلی قوموں کو دیا گیا چنانچہ ساتھ ہی دوسری آیت کو یوں شروع کیا۔ واذ قلنا لک ان ربک احاطہ بالناس یعنی یہ تو ہم تجھ سے کہہ چکے ہیں کہ تیرے رب نے ان سب لوگوں کا احاطہ کیا ہوا ہے یعنی ضرور انکو عذاب دیکر رہیگا۔ خواہ کسی صورت میں دیدے۔ چونکہ اس مضمون پر بڑے بسط اور تفصیل سے دسمبر ۱۹۰۱ء کے پرچہ میں بحث ہو چکی ہے۔ اسلیئے اب اسکو میں ختم کر کے ناظرین کو اس مضمون کا حوالہ دیتا ہوں تا ان سب دلایل کے دہرانے کی ضرورت نہ ہو جو وہاں دیگئی ہیں +

الدجّال

وہ خوفناک دجال جس سے خدا کے رسول ہمیشہ سے ڈراتے آئے ظاہر ہو چکا ہے بلکہ ایک زمانہ سے اس نے نہایت کوشش سے اپنا کام شروع کر رکھا ہے۔ میں اس مضمون میں یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ وہ دجال کون اور کہاں ہے۔

دجال کے نکلنے کی پیش گوئی بہت پرانی ہے۔ یہ پیشگوئی حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوئی اور بہت سے انبیاء بنی اسرائیل نے بھی اسکو بیان کیا مگر وہ شخص جس نے اس پیش گوئی پر بہت زور دیا اور جس نے اپنی امت کو بہت خوف دلایا وہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہیں چونکہ اس پیش گوئی کا تعلق براہ راست اس امت سے تھا اسلیے ہم دیکھتے ہیں کہ کسی نبی نے اس پیش گوئی کو ایسی صفائی اور ایسے زور سے بیان نہیں کیا جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا ہے آپ نے بڑے صاف صاف نشان دجال کے بتلائے ہیں اور اس مضمون میں میں زیادہ تر انہی نشانات پر بحث کرونگا۔ مگر پیشتر اسکے کہ میں دجال کی بابت اپنے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئیوں کا ذکر کروں میں مناسب سمجھتا ہوں کہ نفس پیش گوئی کے مضمون پر مختصر بحث کروں +

پیش گوئیوں کے ماخذ

نبی میں کوئی ایسی اندرونی طاقت نہیں ہوتی جس سے وہ خود بخود آیندہ کے واقعات معلوم کر سکے اور جب کبھی وہ کسی آنیوالے واقع کی خبر دیتا ہے تو اسکا یہ سبب نہیں ہوتا کہ اس میں کوئی اندرونی طاقت ہوتی ہے جس سے اسکو آیندہ واقعات کی اطلاع ہو جاتی ہے۔ اس بات میں تو وہ تمام انسانوں کے ساتھ شریک ہوتا ہے یہ خدا تعالے کا کام ہے کہ بعض واقعات کو اسپر ظاہر کر دیتا ہے نبی کا علم اسی حد تک محدود ہوتا ہے جس تک خدا تعالے اسکو علم دیتا ہے۔ اس سے زیادہ اسکو علم نہیں ہوتا۔ بہت سے طریق ہیں جن سے خدا تعالے اسکو آیندہ واقعات کا علم عطا فرماتا ہے بعض دفعہ وہ اللہ تعالے کے کلام کو سنتا ہے بعض دفعہ کسی کاغذ یا کسی اور چیز پر لکھا ہوا دیکھتا ہے۔ بعض دفعہ وہ خواب میں نظارہ دیکھتا ہے اور بعض دفعہ اسے کشف ہو جاتا ہے۔ بعض دفعہ ایسا اتفاق ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالے اپنے پیغام کے پہنچانیکے لیے کسی فرشتے کو نازل فرما دیتا ہے۔

حقیقت پیش گوئی

کتب سماویہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پیشگوئیاں عموماً استعارات کے رنگ میں ہوتی ہیں اکثر حالتوں میں یہ بتلانا ناممکن ہوتا ہے کہ پیشگوئی کس حصہ تعبیر

پوری ہوگئی۔ جسکے کہ بعض دفعہ خود نبی بھی بتلا نہیں سکتا کہ پیشگوئی کس رنگ میں پوری ہونیوالی ہے عموماً پیشگوئی کی ٹھیک حقیقت اور اصلیت کا اسوقت ہی پتہ لگتا ہے جسوقت کہ وہ پوری ہوتی ہے پیشگوئی کا پورا ہونا اسکی حقیقت کو آشکارا کر دیتا ہے۔ پیشگوئی پر اجمالی ایمان لاکر اسکی حقیقت اور تفصیل کو حوالہ بخدا کرنا چاہیئے۔ جبتک پیشگوئی پوری نہیں ہوتی وہ ایک راز سربستہ کی طرح ہوتی ہے۔ اکثر دفعہ اللہ تعالےٰ پیشگوئی کو ایسے طور سے پورا کرتا ہے کہ لوگوں کے وہم وگمان میں بھی نہیں ہوتا کہ پیشگوئی اس رنگ میں پوری ہوگی۔ اسکی عمدہ مثال حضرت عیسے علیہ السلام میں خوب پائی جاتی ہے۔ یہود جنکو مسیح کا وعدہ دیا گیا تھا ہرگز امید نہ رکھتے تھے کہ ایک حلیم خاکسار انکی طرف بھیجا جائیگا۔ مسیح کی بعثت بالکل انکی امیدوں کے برخلاف تھی۔ آمد مسیح کی بہت سی پیشگوئیاں یہودیوں کے پاس موجود تھیں اور انکا خیال تھا کہ یہ سب لفظ بہ لفظ پوری ہونگی۔ انہوں نے ایک خیالی تصویر مسیح کی بنا رکھی تھی اور جب وہ خدا کا موعود انکی خیالی اور وہمی تصویر پر پورا نہ اترا تو انہوں نے انکار کر دیا۔ تمام پیشگوئیاں پوری ہو چکی تھیں۔ مگر نہ اس صورت میں جیسا کہ انکا خیال تھا۔ بسا اوقات نبی ایک پیشگوئی کا اظہار کر دیتا ہے مگر ٹھیک طور سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ کس طرز سے یہ پوری ہوگی۔ جہانتک نبی کو خبر دیجاتی ہے وہانتک ہی اسکا علم محدود ہوتا ہے آگے نہیں بڑھتا۔ بعض دفعہ انپر خدا کی وحی نازل ہوتی ہے مگر وہ نہیں جانتے کہ اسکا کیا مطلب ہے صرف اسوقت اس وحی کے لفظ انپر صاف ہوتے ہیں جبکہ وہ پیشگوئی پوری ہو جاتی ہے کتاب "پیشگوئی اور اسکی حقیقت" کا مصنف حضرت یعقوب علیہ السلام کی ایک پیشگوئی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے "یعقوب آنیوالے کا نام شلوح رکھتا ہے جو ایک بعید الفہم لفظ ہے۔ کیوں بستر مرگ پر بیٹھا ہوا آدمی ایک غیر معمولی لفظ (شلوح) اپنے منہ سے نکالتا ہے۔ ....
.... غالباً وہ سامعین جنہوں نے اس لفظ کو سنا اگر اس نام کے معنوں سے بالکل ناواقف نہ تھے تو کم از کم یہ لفظ انکے لیے ایک نرالا لفظ ضرور تھا۔ یہ ایک عجیب اور پُر راز لفظ تھا غالباً خود اس بزرگ کو بھی پتہ نہ تھا کہ اس لفظ سے کیا مراد ہے۔"

یہ اکثر واقع ہوا ہے کہ خود نبی نے پیشگوئی کی تصریح اور تشریح میں غلطی کھائی ہے۔ اس غلطی کی سب سے مشہور مثال حضرت مسیح کی سوانحعمری میں مل سکتی ہے وہ اپنے دوبارہ آنے کی تاریخ مقرر کرنے میں ایک خطرناک غلطی کرتے ہیں اپنے دوبارہ آنیکا ذکر کرتے ہوئے وہ یوں فرماتے ہیں۔ "اسی طرح جب یہ سب دیکھو تو جانو کہ وہ نزدیک بلکہ دروازہ پر ہے میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جبتک یہ سب کچھ ہو نہ لے اس زمانہ کے لوگ گذر نہ جاوینگے۔ آسمان اور زمین ٹل جائینگے پر میری باتیں ہرگز نہ ٹلیں گی" (متی باب ۲۴- آیت ۳۳-۳۵) مگر کون نہیں جانتا کہ نہ صرف وہ پشت اور وہ لوگ ہی بلکہ بعد میں بہت سی پشتیں اور بہت سے لوگ گذر گئے مگر کسی نے مسیح کی آمد ثانی کو نہ دیکھا۔ ایسا معلوم ہوتا

ہے کہ انہوں نے خدا کے کلام اور وحی کی تشریح اور توضیح میں غلطی کھائی جیساکہ اوروں نے آپکی پہلی آمد کے بارے میں غلطی کھائی تھی الیاس کے مسیح سے پہلے آنیسے یہ سمجھ لیا گیا کہ درحقیقت وہی الیاس جو مدتوں پہلے اس دار فانی سے رحلت کر گیا تھا پھر دوبارہ آئیگا! اور غور کرنیسے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پہلے نبیوں نے بھی اس پیش گوئی کو ظاہری معنوں پر ہی لیا تھا۔ حضرت مسیحؑ کے بیان کے مطابق پیش گوئی حضرت یوحنا یعنی یحیٰی علیہ السلام پر پوری ہوئی مگر حضرت یحیٰی علیہ السلام نے کبھی خود یہ دعوے نہ کیا کہ وہ اس پیش گوئی کے مصداق ہیں اور جبکہ یہودیوں نے پوچھا کہ کیا آپ الیاسؑ ہیں تو انہوں نے انکار کیا۔ اگر یہودی حضرت مسیح کی اس توجیہ کو کھولکر حضرت یحیٰی علیہ السلام کے پاس بیان کر دیتے تو شاید وہ انکار نہ کرتے۔ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بھی ایسی مثالیں پائی جاتی ہیں جنسے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اوقات پیشگوئیوں کے بارے میں اجتہادی غلطی آپ سے بھی واقع ہو جاتی تھی۔ ایک دفعہ آپنے فرمایا کہ میری بیویوں میں سے میری وفات کے بعد سب سے پہلے وہ فوت ہوگی جسکے ہاتھ سب سے زیادہ لمبے ہیں۔ چنانچہ حضور کے سامنے آپکی سب بیویوں کے ہاتھ ماپے گئے اور سودہ کے ہاتھ سب سے لمبے نکلے مگر اس پیش گوئی کی اصل حقیقت اسکے پورا ہونے پر ہی معلوم ہوئی حضور کی بیویوں میں سے آپکی وفات کے بعد سب سے پہلے اس دنیا سے کوچ کرنیوالی زینب تھیں جن کے ہاتھ سخاوت میں سب سے بڑھے ہوئے تھے۔ تب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سمجھ لیا کہ لمبے ہاتھ سے مراد سخاوت ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہاتھوں کا ماپا جانا اور آپکا کوئی اعتراض نہ کرنا اور لوگوں کو ہاتھوں کی پیمایش سے نہ روکنا صاف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپکو کم از کم یقین نہ تھا کہ ہاتھوں کی لمبائی سے کیا مراد ہے! اسی طرح روایت کی گئی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مینے خواب میں دیکھا کہ میں مکہ سے ایک نخلستان ...... کی طرف ہجرت کرتا ہوں میں نے یہ سمجھا کہ مجھے یمامہ یا ہجر کیطرف ہجرت کر کے جانا پڑیگا مگر آخر وہ مدینہ نکلا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حقیقت پیش گوئی کے بیان کرنے میں یہ ممکن ہے کہ ایک نبی سے غلطی سرزد ہو جائے مگر اس سے اسکی شان میں کوئی فرق نہیں آتا۔ نبی کو کوئی علم غیب نہیں ہوتا اسکو صرف اتنا ہی معلوم ہوتا ہے جتنا خدا اسکو بتلاتا ہے جس جگہ کیطرف ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کر کے جانا تھا اسکا نام نہیں بتلایا گیا تھا۔ صرف اتنا ہی ظاہر کیا گیا تھا کہ وہ کھجوروں والی زمین ہے اس جگہ کا نام آپنے قیاساً معلوم کرنا چاہا مگر وہ ٹھیک نہ نکلا اس امر کی تشریح کہ نبی کا علم اسی حد تک محدود ہوتا ہے جس حد تک اسکو علم دیا جائے۔ حدیبیہ کے قصے سے بھی ہوتی ہے + کہ مکہ معظمہ میں داخل ہونیکے لیئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے آپکو امید تھی کہ مکہ معظمہ میں داخل ہونگے اس امید کی بنا ایک رؤیا پر تھی۔ مگر اس دفعہ یہ امید پوری نہ ہوئی اور آپکو واپس مدینہ شریف آنا پڑا۔ وہ رؤیا آیندہ سال پورا ہوا۔ خدا تعالےٰ نے اس رؤیا کے ذریعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو وعدہ دیا کہ آپ مکہ شریف میں داخل ہونگے۔ اور حج کرینگے۔ مگر یہ نہیں بتلایا گیا تھا۔ کہ یہ رؤیا کب پورا ہوگا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا قبل از وقت مکہ شریف

کی طرف سفر کرنا دلالت کرتا ہے کہ آپکو یہ علم نہیں تھا کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا۔

پیشگوئی کے معنی بیان کرنے میں یا وقت مقرر کرنے میں اگر ملہم غلطی کرے تو اس سے نفس پیش گوئی پر کوئی حرف نہیں آتا اگر ایسا ہی ظہور میں آجائے جیساکہ پیش گوئی کے الفاظ سے پایا جاتا ہے تو یہ کافی ثبوت ہے کہ یہ خدا تعالے کا کلام تھا۔ خواہ اس پیش گوئی کا پورا ہونا ان معنوں کے مطابق نہ ہو جو ملہم نے پیش از وقت اجتہادی طور پر بیان کیے ہوں ہمیں یہ نہیں دیکھنا چاہیئے کہ آیا ملہم کے اجتہادی معنوں کے مطابق پیشگوئی پوری ہوئی ہے یا نہیں۔ بلکہ یہ دیکھنا چاہیئے کہ آیا پیشگوئی کے الفاظ نتیجہ پر صادق آتے ہیں یا نہیں۔ الہامی الفاظ بعینہٖ ہمارے پاس موجود ہیں اگر ایسا واقع وقوع میں آئے جسپر کہ پیشگوئی کے الفاظ ٹھیک ٹھیک چسپان ہوں تو ہمیں سمجھ لینا چاہیئے کہ پیشگوئی پوری ہوگئی۔ اسکی ایک تازہ مثال یہ ہے کہ خدا تعالے کا کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر نازل ہوا۔ بایں الفاظ "عفت الدیار محلہا و مقامہا" یعنے عارضی سکونت کے مکان اور مستقل سکونت کے مکان سب مٹا دیے جائینگے پیش از وقت یہ نہیں بتلایا جاسکتا تھا کہ کس طرح یہ مکانات کی تباہی ظہور میں آویگی۔ چونکہ ملک میں طاعون پھیلی ہوئی تھی اسلیئے موجودہ حالات پر نظر کرکے طبعًا خیال اسطرف چلے گئے کہ یہ تباہی طاعون کے ذریعہ آئیگی مگر پیشگوئی اور رنگ میں پوری ہوئی ۴ اپریل کو وہ خوفناک زلزلہ آیا جسنے مکانات کو زمین کے ساتھ ملا دیا! اس طرح خدا تعالے کے کلام کا ہر ایک لفظ صفائی سے پورا ہوا۔ مگر ہمارا قیاس درست نہ نکلا۔

اس تمام بحث سے ہمیں کیا سبق سیکھنا چاہیئے۔ ہمارا گذشتہ تجربہ ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ پیش از وقت یہ بتلانا قریبًا ناممکن ہے کہ فلاں پیشگوئی کس رنگ اور کس صورت میں ظہور پذیر ہوگی ہمیں یہ امید ہمیشہ نہیں رکھنی چاہیئے کہ پیشگوئی عین ہمارے خیال کے مطابق پوری ہوگی۔ صبر سے پیشگوئی کے پورا ہونیکا انتظار کرو۔ قبل از وقت اس پر بحث کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ نہ کہو کہ پیشگوئی اِس رنگ میں پوری ہوگی یا اُس رنگ میں۔ پیشگوئی کے اصل الفاظ کو مدنظر رکھو۔ اور جب وہ پوری ہوگی تو تمہاری توجہ خود بخود اسطرف پھر جائیگی۔ اور اسوقت تم خود دیکھ سکوگے کہ پیشگوئی کے کیا معنے تھے۔ یہودیوں کی اور ان لوگوں کی پیروی نہ کرو۔ جنہوں نے تم سے پہلے ٹھوکر کھائی۔ کبھی یہ مطالبہ نہ کرو کہ پیشگوئی تمہارے خیال کے مطابق پوری ہو۔ آیندہ کے واقعات کو اپنا خیالی جامہ نہ پہناؤ اور کبھی ایک پیشگوئی کو اِسلیے ردّ نہ کرو کہ وہ تمہارا خیالی لباس پہنکر ظہور میں نہیں آئی۔ ممکن ہے کہ تمہارے خیال کی تصویر حقیقی تصویر نہ ہو۔ پس یہودیوں کی طرح ایک پیشگوئی کا اِسلیے انکار کرکے اپنے آپ کو دوزخ کا وارث نہ بناؤ کہ وہ تمہاری خیالی تصویر کی۔

جب ایک پیشگوئی کی بنا رخواب یا کشف پر ہو تو اسکو ظاہری معنوں میں لینا اور بھی زیادہ غلطی ہے کیونکہ خواب اکثر تعبیر طلب ہوتے ہیں انکی زبان الگ ہے۔ معمولی لغت کی کتابیں انکے سمجھنے میں کوئی مدد نہیں دیسکتیں اس امر کو بطالب کی پیشگوئی پر غور کرتے وقت ضرور مدنظر رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ جیسا کہ میں بعد میں دکھاؤنگا اسکی بنا زیادہ تر کشف اور رؤیا پر ہے۔

علامات دجال - بڑی بڑی دجال کی علامتیں جو احادیث میں آئی ہیں مندرجہ ذیل ہیں -
اوّل - دجال ایک آنکھ سے کانا ہوگا - دوم - اسکی پیشانی پر ک - ف - ر - لکھے ہوئے ہونگے - جسکو خواندہ ناخواندہ سب پڑھ سکینگے - سوم - اسکے ساتھ ایک بڑا گدھا ہوگا جسکے دو کانونکے درمیان کا فاصلہ ستر باع ہوگا - چہارم - وہ شیطانی وسوسوں اور جھوٹے عجوبوں سے لوگونکو گمراہ کریگا - پنجم - ابتدائے آفرینش سے قیامت تک اسکے برابر کوئی فتنہ نہ ہوگا - ششم - ستر ہزار مسلمان اسکی پیروی اختیار کرینگے - ہفتم - اسکے ساتھ ایک دوزخ ہوگا اور ایک بہشت - ہشتم - اسکے ساتھ روٹیونکے پہاڑ ہونگے - نہم - زمین و آسمان پر اسکا تسلط ہوگا - اسکے حکم سے بارش ہوگی (اسی کے حکم سے زمینیں اپنی پیداوار نکالیں گی - وہ ویرانوں پر سے گذریگا اور اسکے حکم کے ساتھ ویران زمینیں اپنے خزانے باہر پھینکیں گی وہ خزانے اسکے پیچھے پیچھے اس طرح جائینگے جیسے شہد کی مکھیاں اپنی رانی کے پیچھے پیچھے جاتی ہیں - دہم - وہ سب زمین پر پھیل جاویگا - یازدہم - مکّہ معظمہ اور مدینہ شریف میں داخل نہیں ہوسکیگا - دوازدہم - اسکی آواز کل دنیا پر سنی جائیگی - سیزدہم - دجال قسطنطنیہ کی فتح کے بعد خروج کریگا - چاردہم - وہ آخری زمانہ میں نکلیگا - پانزدہم - وہ گرجا میں سے نکلیگا - شانزدہم - وہ مشرق کی زمین میں ظاہر ہوگا - ہفدہم - سورہ کہف کی ابتدائی دس آیتونکے پڑھنے سے انسان اسکے فتنہ سے محفوظ رہ سکیگا - ہیژدہم - مسیح اسکو قتل کریگا - نہ کسی ہتھیار سے بلکہ اپنے سانس سے - نوزدہم - اگر مسیح اسکے قتل کرنیکے لیے نہ بھی آتا پھر بھی دجال خود بخود اس طرح پگھل جاتا جیسا کہ نمک پانی میں حل ہوجاتا ہے - بستم - باب اللہ کے پاس دجال قتل کیا جاویگا -

اب ہمارے مسلمان بھائی ہرگز قبول نہ کرینگے کہ پیشگوئی پوری ہوگئی - جبتک کہ کوئی ایسا شخص ظاہر نہ ہو جو آنکھ سے کانا ہو - جسکے ماتھے پر ک - ف - ر - کے حروف کھدے ہوئے ہوں جسکے پاس ایک اتنا بڑا گدھا ہو - جسکے دو کانونکے درمیان کا فاصلہ ٹھیک ستر باع ہو - نہ کم نہ زیادہ جو چالیس سال تک خدائی طاقتیں غصب کریگا - اور زمین و آسمان اسکے حکم کے تابع ہوں - اور اسکے پاس ایک بہشت ہو اور ایک دوزخ - زمین کے خزانے خود بخود نکلکر اسکے پیچھے اس طرح چلیں جس طرح شہد کی مکھیاں اپنی رانی کے پیچھے چلتی ہیں - روٹیوں کے پہاڑ اسکے ساتھ ہوں - آسمان اسکے حکم سے بارش برسائے - اور زمین اپنے پوشیدہ خزانے ظاہر کرے اور اسکا گدھا اسقدر تیز ہو کہ تھوڑی دیر میں زمین کے ایک کنارے سے دوسرے کنارہ تک پہنچ جاوے - الغرض آجکل کے مسلمان پیشگوئی کو بالکل لفظی اور ظاہری معنوں میں لینا چاہتے ہیں اور ہرگز کسی کو دجال قبول نہیں کرینگے جبتک کہ ہر ایک لفظ ظاہری طور پر پورا نہ ہو - انسان نے ہزارہا دفعہ ٹھوکر کھائی ہے - مگر پھر بھی وہ سبق نہیں سیکھنا چاہتا - انسان نے حضرت مسیح کے زمانہ میں ٹھوکر کھائی اور پھر ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور ان دو خدا کے

برگزیدوںنے اسلیے انکار کیا کہ انکا ظہور اُسکے خیال کے مطابق نہیں تھا۔ گذشتہ تجربہ انسان کو سکھلاتا ہے کہ پیشگوئی کے ہر ایک لفظ کی نسبت یہ کہنا کہ یہ ظاہری صورت پر پورا ہو ایک خطرناک غلطی ہے۔ خدا تعالیٰ کا آیندہ واقعات کو ظاہر کرنیکا طرز ایک خاص طرز ہے۔ خدا تعالےٰ یہ پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مطلب کو استعارات سے بھری ہوئی زبان میں ظاہر کرے۔ وہ اکثر اپنے خیالات کے اظہار کے لیے اشارات سے کام لیتا ہے وہ ایک واقعہ کو پورے طور پر کھولکر کم ہی بیان کرتا ہے۔ وہ قریبًا ہمیشہ کچھ حصہ مخفی رکھتا ہے وہ انسان کے علم کو اپنے علم کیطرح حاوی اور محیط نہیں بناتا انسان کا علم کسی صورت میں خدا تعالےٰ کے علم کے برابر نہیں ہوسکتا اگر خدا تعالےٰ کی یہ سنت ہوتی کہ وہ آیندہ کے واقعات کو کھلے اور صریح لفظوں میں ظاہر کرتا۔ اگر وہ انسان کے علم کو ایسا ہی وسیع کر دیتا جیسا کہ اسکا اپنا علم وسیع ہے تو پھر خدا تعالےٰ کے فرستادوں کا کبھی انکار نہ کیا جاتا۔ اگر خدا تعالےٰ آیندہ کے واقعات کو ایسا کھلا کر دیتا کہ انسان پہلے سے ہی تبلا دیتا کہ یہ بات ٹھیک اسی طرح وقوع میں آئیگی تو پھر انبیا کے قبول کرنے میں کوئی ثواب نہ رہتا جیسا کہ طلوع آفتاب پر ایمان لانے میں کوئی ثواب نہیں۔ پھر کوئی ایمان کی آزمائش باقی نہ رہتی۔ شریر اور خدا ترس دونوں خدا تعالےٰ کے رسولوں پر برابر ایمان لاتے۔ اور کوئی ثواب کا مستحق نہ ہوتا۔ جب سورج مشرق سے طلوع کرتا ہے تو نیک و بد اسکے طلوع کو قبول کرتے ہیں مگر اس قبول کرنیسے وہ قابل تعریف نہیں ٹھہر سکتے اسلیے جب خدا تعالےٰ ایمانداروں اور شریروں میں امتیاز کرنا چاہتا ہے تو وہ آیندہ کے واقعہ کو ایسا صریح طور پر بیان نہیں کرتا کہ اس میں کوئی پردہ اور غیبوبیت باقی نہ رہے۔ مگر تاہم جسقدر خدا تعالےٰ آیندہ کے واقعہ کا بیان کرتا ہے وہ انسان کی ہدایت کیلیے کافی ہوتا ہے اس میں اسیقدر ضرور صراحت پائی جاتی ہے کہ ایک نیک اور متقی شخص اس کے ذریعہ حق کو پہچان لے۔ خدا تعالےٰ کی غرض ایمان کو آزمانا ہوتا ہے۔ اور نیک و بد میں تمیز کرنا۔ تا کہ وہی ثواب حاصل کریں جو ثواب کے مستحق ہیں۔

ریورینڈ آر۔ اے۔ ریڈ فورڈ ایم۔ اے ایل ایل بی لکھتا ہے "یہاں ہم اس اعتراض کا ذکر کرتے ہیں جو بعض لوگ پیش کیا کرتے ہیں کہ پیشگوئیکو سچی پیشگوئی نہ سمجھنا چاہیئے۔ جبتک کہ واقعہ کو کھلے اور صریح الفاظ میں بیان کیا جاوے۔ مثلاً وان ایمن اپنی کتاب کرسٹالوجی کے صفحہ ۱۲ پر لکھتا ہے کہ ایسے آسان فقرے جیسا کہ ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔ بنی اسرائیل کو بادشاہ کا انتظار نہیں کرنا چاہیئے بلکہ ایک معلم کی انتظار کرنی چاہیئے۔ یہ معلم بیت اللحم میں ہیرودیس کے زمانے میں پیدا ہوگا۔ وہ ٹائبریس کے عہد میں اپنے مذہب کی سچائی کی تصدیق میں اپنی جان دیدیگا۔ یروشلم کی تباہی اور یہودی ریاست کی پوری بیخ کنی کے ذریعہ سے وہ دنیا کے ہر ایک حصہ میں اپنے مذہب کو پہنچائیگا۔ اس قسم کے چند فقرے کھلی تاریخی عبارت میں لکھے ہوئے صرف سچی پیشگوئی ہی کہلاتے۔ بلکہ جب کبھی انکی سچائی ثابت ہوتی۔ تو ایسی پیشگوئی کا درجہ عہد عتیق کی تمام پیشگوئیوں سے بڑھکر ہوتا۔ یہ وہ اعتراض ہے جسکو

وہ ان امین پیش کرتا ہے۔ اس اعتراض کے یہ معنے ہیں کہ ہماری سمجھ خدا تعالیٰ کی سمجھ سے بڑھ کر ہے اور جو طریقہ ہماری سمجھ میں آتا ہے وہ اس طریقہ سے بڑھکر ہے جو خدا تعالےٰ نے اختیار کیا ہے۔ علاوہ ازیں یہ ضرور یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے کہ وہ اس بڑے بھید کو مخفی رکھتا ہے۔ یہانتک کہ انسان اسکے برداشت کرنیکے قابل ہوں اس بھید کی تلاش میں رہنا ہی انسانوں کی تربیت کا ایک حصہ ہے اگر مسیح اور اسکی تاریخ اور اسکی سلطنت کا پورا پورا بیان پہلے سے بتلا دیا جاتا۔ تو ایمان کے لیے کہاں موقع رہتا۔ اور کسقدر ممکن تھا۔ کہ جھوٹے شخص بھی مسیحیت کا دعوے کر لیتے۔ سچا شخص دنیا میں روز روشن کی طرح نہیں آتا۔ وہ پہلے ان لوگوں کے پاس آتا ہی جو اس کا استقبال کرنیکے لیے انتظار کر رہے ہوتے ہیں! ور اسکو قبول کرنیکے لیے تیار ہوتے ہیں"۔

دجال کی پیش گوئی کو بالکل لفظی معنوں میں لینا مندرجہ ذیل وجوہات سے بھی غلط ثابت ہوتا ہے۔ اول آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ رایتنی اللیلۃ عند الکعبۃ فرأیت رجلاً آدم..... فسألت من ہذا فقالوا ہذا المسیح ابن مریم قال ثم اذا انا برجل اعور العین الیمنی۔ فسألت من ہذا۔ فقالوا ہذا المسیح الدجال[+]۔ (ترجمہ) آج رات مینے اپنے آپکو کعبہ کے پاس دیکھا۔ جہاں کہ مجھے گندم گوں آدمی نظر آیا۔ مینے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ مسیح ابن مریم ہے۔ پھر ناگاہ ایک دہنی آنکھ سے کانے آدمی کو دیکھا مینے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہ مسیح الدجال ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دجال کو خواب میں دیکھا تھا۔ اور یہ مسلم بات ہے کہ خوابیں تاویل طلب ہوتی ہیں۔ جو کچھ خواب میں دیکھا جاوے! اسکی نسبت یہ امید کرنا کہ یہ ہو بہو اسی طرح پورا ہوگا۔ ایک بڑی غلطی ہے۔ دوئم اگر مسلمانوں کو قرآن شریف پر ایمان ہے تو انہیں اس پیش گوئی کو ہرگز لفظی معنوں میں نہیں لینا چاہیئے۔ اس پیش گوئی کو لفظی معنوں میں لینے سے قرآن شریف کی بہت سی آیات کو غیر صحیح ماننا پڑتا ہے۔ دجال کی پیشگوئی کے لفظی معنے کرکے دجال کو خدا تعالےٰ کا حریف ماننا پڑتا ہے اور اس میں ایسی طاقتیں ماننی پڑتی ہیں جو صرف خدا تعالےٰ کیلیے خاص ہیں۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے:۔ خلق الانسان ضعیفا۔ چونکہ دجال بھی ایک انسان ہے اسلیے وہ بھی ضعیف ہے لیکن اگر اس میں حقیقی طور پر وہ ساری طاقتیں ہوں گی جو اسکی طرف منسوب کیجاتی ہیں اگر حقیقی طور پر زمین و آسمان پر اسکا اختیار ہوگا! گر واقعی طور پر وہ اس جلال کے ساتھ خروج کریگا جو اسکو دیا جاتا ہے تو پھر وہ کمزور انسان نہیں ہے بلکہ ایسی زبردست ہستی ہے جسکی طاقت خود خدا تعالےٰ کے برابر ہوگی خدا تعالےٰ اپنی نسبت فرماتا ہے:۔ انما امرہ اذا اراد شیئًا ان یقول لہ کن فیکون لیکن دجال کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ بھی اپنے حکم سے جو چاہیگا کریگا۔ وہ ایک چیز کو کہیگا۔ ہو جا۔ اور وہ ہو جائیگی۔ اس طرح دجال کو خدا تعالےٰ کے برابر قرار دیتے ہیں مگر ایسا ماننا اس توحید کے برخلاف ہے جسکی قرآن شریف تعلیم دیتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ ہم ان الفاظ کو حقیقی معنوں پر حمل نہیں کر سکتے۔ سوم۔ دجال کی نسبت لکھا ہے۔

[+] حدیث بااختصار لکھی گئی۔ منہ

کہ اسکی آنکھوں کے درمیان ک۔ف۔ر لکھا ہوا ہوگا۔ اور ہر ایک مومن خواہ خواندہ ہو یا ناخواندہ ان حروف کو پڑھ لیگا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک معمولی تحریر نہیں ہوگی کیونکہ ناخواندہ لوگ معمولی تحریر کو پڑھ نہیں سکتے

چہارم۔ دجال کی پیشگوئی میں کثرت سے ایسی باتیں پائی جاتی ہیں جو صریحاً استعارات ہیں۔ مثلاً کہا گیا ہے کہ دجال اس بادل کی طرح چلیگا جسکے پیچھے ہوا ہو۔ اسکا گدھا اتنا بڑا ہوگا کہ اسکے دونوں کانوں کے درمیان کا فاصلہ ستر باع ہوگا۔ زمین کے خزانے اسکے پیچھے اس طرح چلینگے جیسے کہ مکھیاں اپنی رانی کے پیچھے چلتی ہیں اسکے ساتھ روٹیوں کے پہاڑ ہونگے اور اگر مسیح اسکے قتل کرنیکے لیے نہ بھی آتا پھر بھی وہ خود بخود اس طرح پگھل جاتا جیسا کہ نمک پانی میں پگھل جاتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب استعارات ہیں جن کو کوئی سمجھدار آدمی ظاہری معنوں پر حمل نہیں کرسکتا۔

پنجم۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک شخص ابن صیاد پر بعض صحابہ نے شبہ کیا کہ وہی دجال موعود ہے چنانچہ انہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے روبرو بھی اپنے خیال کا اظہار کیا۔ اور آپ نے اسکے دجال ہونیسے انکار نہ کیا بلکہ خاموش رہے۔ ابن صیاد بعد میں مسلمان ہوگیا۔ مگر یہ قصہ ہمیں ایک عمدہ سبق سکھلاتا ہے ابن صیاد میں دجال کی ظاہری علامتیں پوری نہیں ہوئی تھیں اسکے ماتھے پر ک۔ف۔ر نہیں لکھا ہوا تھا۔ اسکے ساتھ نہ دوزخ تھا نہ بہشت اور نہ اتنا بڑا گدھا جسکا احادیث میں ذکر ہے۔ اُسنے نہ نبوت کا دعوے کیا نہ خدائی کا اسکے ساتھ روٹیوں کے پہاڑ نہ تھے۔ اور نہ زمین و آسمان اسکے حکم کے تابع تھے۔ پھر بھی صحابہ نے اسکو دجال موعود قرار دیدیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کا یہ خیال نہیں تھا کہ دجال کی علامتیں ضرور ظاہری طور پر پوری ہونی چاہئیں۔ وہ اسکو صرف پیشگوئی کی نظر سے دیکھتے تھے۔ اور انکے نزدیک بالکل ممکن تھا کہ دجال کسی غیر مترقبہ صورت میں پیدا ہو۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا خاموش رہنا بھی یہی ظاہر کرتا ہے۔ اگر انکے نزدیک ضروری ہوتا کہ دجال کی ساری علامتیں ظاہری طور پر پوری ہوں تو آپ ضرور فرماتے کہ ابن صیاد دجال ہو نہیں ہے کیونکہ ک۔ف۔ر اسکے ماتھے پر کھدے ہوئے نہیں ہیں۔ اور ایسا ہی بہت سی اور علامتیں ابن صیاد میں پائی نہیں جاتیں۔ مگر آجکل کے مسلمان نہ صحابہ کی اتباع کرنا چاہتے ہیں نہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی۔ یہ نسل یہودیوں کی طرح سخت دل اور کند ذہن ہوگئی ہے۔ اور انکو اطمینان نہیں ہوتا جبتک کہ انکا خیالی دجال ظاہر نہ ہو۔

"پیشگوئی کا پورا ہونا"

یہ ثابت کرنیکے بعد کہ دجال کی پیشگوئی کو بالکل ظاہری معنوں میں لینا غلطی ہے۔ میں اب یہ دکھلانا چاہتا ہوں کہ یہ پیشگوئی کس طرح پوری ہوئی۔

اول۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: فمن ادرکہ منکم فلیقرأ علیہ فواتح سورۃ الکہف فانہا جوارکم من فتنۃ۔ یعنی جو شخص تم میں سے دجال کو پائے تو اسے چاہیئے کہ سورہ کہف کی پہلی آئتیں اسپر پڑھے۔ کیونکہ یہ تمہیں اس کے فتنہ سے بچائینگی۔ یہ حدیث بہت ہی قابل قدر ہے کیونکہ یہ دجال کے پہچاننے کے لیے کلید کا کام دیتی ہے۔ اس حدیث میں دجال کے شر سے بچنے کیلیے علاج بتلایا گیا ہے اسکے سوا کوئی اور علاج نہیں بتلایا گیا آؤ ہم اس نسخہ کی ترکیب پر غور کریں اور دیکھیں کہ اس نسخہ پر غور کرنیسے بیماری کی تشخیص میں کچھ مدد ملتی ہے یا نہیں۔ جب ہم ان آیات کو پڑھتے ہیں تو ان میں مندرجہ ذیل آیتیں پاتے ہیں۔
وینذر الذین قالوا اتخذ اللہ ولدا۔ مالہم بہ من علم ولا لآبائہم کبرت کلمۃ تخرج من افواہہم ان یقولون الا کذبا۔ یعنی عیسائی کہتے ہیں کہ اللہ تعالے کا ایک بیٹا ہے۔ نہ انکو اسکا علم ہے نہ انکے باپ دادونکو۔ یہ بڑی بات ہے جو انکے منہ سے نکلتی ہے۔ یہ جھوٹ کہتے ہیں۔ یہ وہ آیات ہیں جنکا پڑھنا دجال کے فتنہ سے بچنے کیلیے ایک علاج ہے۔ ان آیات میں صرف حضرت مسیح کی ابنیت کے مسئلہ کی پرزور الفاظ میں تردید کیگئی ہے اور ان لوگونکو جھوٹا کہا گیا ہے جو مسیح کو خدا تعالے کا بیٹا کہتے ہیں۔ چونکہ ان آیات کا پڑھنا دجال کے فتنہ کا ایک علاج ہے اس سے صاف ثابت ہوا کہ دجال لوگونکو اس امر کی دعوت کریگا۔ کہ وہ حضرت مسیح کو خدا تعالے کا بیٹا تسلیم کریں۔ اس امر کو ہم دوسرے الفاظ میں یوں بیان کر سکتے ہیں کہ دجال پادریوں کا نام ہے جو حضرت مسیح کو ابن اللہ ابن اللہ کہکر پکارتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ کل دنیا اس عقیدہ کو اختیار کرے۔
دوم۔ دجال کی نسبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مابین خلق آدم الی قیام الساعۃ امر اکبر من الدجال۔ یعنے آدم علیہ السلام سے لیکر قیامت تک دجال سے بڑھکر کوئی فتنہ نہ ہوگا۔ اس بیان سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ دجال عیسائیونکا نام ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دجال کے فتنہ کو سب سے بڑا فتنہ بیان فرمایا۔ اور قرآن شریف ان پادریونکے فتنہ کو سب سے بڑا فتنہ قرار دیتا ہے۔ پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قول کو خدا تعالے کے قول کے ساتھ مطابق کرنیسے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ پادری لوگ ہی دجال ہیں۔ خدا تعالے فرماتا ہے۔
تکاد السموات یتفطرن منہ وتنشق الارض وتخر الجبال ہدا۔ ان دعوا للرحمن ولدا۔ (سورہ مریم رکوع ۶) قریب ہے کہ آسمان اس بات سے پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جاوے۔ اور پہاڑ ٹوٹ پڑیں اسلیئے کہ رحمان کیطرف بیٹا منسوب کیا جاتا ہے دیکھو قرآن شریف کیسے زور سے عیسائیونکے اس مسئلہ پر لعنت بھیجتا ہے خدا تعالے کسی اور مسئلہ کو ایسے پرزور الفاظ میں رد نہیں کرتا اس سے معلوم ہوا کہ خدا تعالے کے نزدیک کوئی اور بات ایسی ناپسند نہیں ہے جیسا کہ عیسائیونکا مسئلہ کہ مسیح خدا تعالے کا بیٹا ہے اس طرح قرآن شریف کی روسے پادریونکے فتنہ سے بڑھکر کوئی فتنہ نہیں ٹھہر سکتا جو کہ صرف مسیح کو خدا ہی نہیں بناتے بلکہ کل دنیا کو اس اعتقاد پر لانیکے لیے جان توڑ کوششیں کر رہے ہیں۔

جانیں خطرے میں ڈالی جاتی ہیں اور روپیہ پانی کی طرح بہایا جاتا ہے۔ انسان اگر ایک سال تک سوچتا رہے تو وہ کوئی ایسی تجویز نہیں سوچ سکتا جو عیسائیوں نے اپنے دین کی اشاعت کیلئے استعمال نہیں کی ٹڈی دل کی طرح کرہ زمین پر پھیل گئے ہیں کوئی کان نہیں جس نے انکی آواز نہیں سنی اور کوئی آنکھ نہیں جس نے انکی تحریروں کو نہیں پڑھا۔ اور بہت تھوڑے دل ایسے ہونگے جنپر انکی زہر نے اثر نہیں کیا۔ وہ صرف اپنے مذہب کے وعظ پر ہی اکتفا نہیں کرتے بلکہ دوسرے مذاہب پر بھی سخت حملے کرتے ہیں۔ مذہب اسلام کو بالخصوص انہوں نے اپنے حملوں کا نشانہ بنا رکھا ہے جو تحریریں انہوں نے اپنے مذہب کی اشاعت اور مذہب اسلام کی مخالفت میں لکھی ہیں انکو اگر جمع کیا جاوے تو ایک پہاڑ بنتا ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ ایک شخص کا مرتد ہونا ایک قیامت برپا کر دیتا تھا اور اب ہزاروں آدمی اعلےٰ خاندانوں اور بزرگ نسلوں سے اسلام کو چھوڑ کر عیسائیت کو اختیار کر رہے ہیں۔ مِس میں گھروں میں جا کر پردہ نشین عورتوں کو گمراہ کرتی ہیں کوئی پھندہ نہیں جو انہوں نے لوگوں کے گمراہ کرنیکے لیے نہیں لگایا۔ انکے پاس روٹیوں کے پہاڑ ہیں جن کو دیکھکر بہت سے بھوکے اور ننگے انکا مذہب قبول کر لیتے ہیں۔ جب ملک میں قحط پڑتا ہے تو وہ زمانہ عیسائیت کی ترقی کیلیے بہت مفید ہوتا ہے ہسپتال قایم کر رکھے ہیں جہاں دوائی کے ساتھ مسیح کی ابنیت کا وعظ بھی سنا دیا جاتا ہے۔ چونکہ اس مذہب میں آزادی حد سے زیادہ ہے عورتوں اور مردوں میں حد سے زیادہ اختلاط ہے۔ شراب کا پینا حرام نہیں سمجھا جاتا کیونکہ انکا خداوند خود شراب پیا کرتا تھا۔ اور ساتھ اسکے پاک دل کیساتھ بوسہ لینا بھی جایز ہے اسلیے بہت سے لوگ اس مذہب کو اختیار کرنا پسند کرتے ہیں علاوہ ان لوگوں کے جنہوں نے کھلے طور پر عیسائیت کو اختیار کر لیا ہے ہزارہا ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو اگرچہ کھلے طور پر عیسائی نہیں ہوئے مگر انکے دل پر اس زہر نے اثر کیا ہے اور وہ عیسائیت کے رنگ میں رنگین ہو گئے ہیں۔ عیسائیوں کی طرح آزاد زندگی بسر کرتے ہیں۔ اسلامی فرایض کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ الغرض کوئی شخص اس نقصان کا اندازہ نہیں کر سکتا۔ جو عیسائیت نے اسلام کو پہنچایا ہے تاریخ میں اسکی کوئی نظیر نہیں ملتی نہایت مخفی اور باریک تدبیروں کو کام میں لایا جاتا ہے اور اسلام کے قلعہ کو نقصان پہنچانیکے لیے بہت سی سرنگیں تیار کی گئی ہیں۔ پہلے بھی ایسے لوگ ہوئے ہیں جو اسلام کے دشمن تھے اور مسلمانوں کو اذیت پہنچانا چاہتے تھے مگر وہ صرف مسلمانوں کے بدن پر حملہ کرتے تھے اور عیسائی مسلمانوں کے دلوں پر حربہ چلاتے ہیں انکی اذیت سے مومنوں کے ایمان اور بھی پختہ ہوتے تھے مگر پادریوں کے وسوسوں سے نہایت مضبوط ایمان بھی متزلزل ہو جاتے ہیں غرض میںنگ فتنہ سے کوئی فتنہ بڑھ کر نہیں ہے اور پادریوں سے بڑھ کر کوئی سخت دشمن اسلام کا نہیں پایا جاتا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ستر ہزار مسلمان دجال کی پیروی اختیار کرے گا۔ یہ پیشگوئی پادریوں کے حق میں کیسے کھلے طور سے پوری ہو گئی ہے اب اس دجال سے بڑھ کر مسلمان اور کس دجال کا انتظار کر رہے ہیں +

سوم۔ دجال کی نسبت لکھا ہے کہ وہ کل دنیا پر پھر جائیگا مگر مکہ اور مدینہ میں وہ داخل نہیں ہو سکیگا۔ یہ بات بھی پادریوں پر خوب صادق آتی ہے۔ انکے خروج سے پہلے سفر کے وہ ذرائع موجود نہ تھے جو آج کل پائے جاتے ہیں۔ عیسائی لوگ ہی ہیں جنہوں نے ایسی سواریاں ایجاد کی ہیں جن کے ذریعہ یہ ہوا کی طرح سب دنیا پر پھیل جاتے ہیں جو مسافتیں انسان عمر بھر میں طے نہیں کر سکتا تھا۔ وہ اب چند دنوں میں طے کیجاتی ہیں۔ یہ لوگ کل دنیا پر پھیل گئے ہیں۔ اور ایسی تیزی سے سفر کرتے ہیں کہ چند دنوں میں کل دنیا پر چکر لگا سکتے ہیں۔ کوئی ایسا ملک نہیں جہاں یہ نہ گئے ہوں۔ افریقہ کے حبشیوں، امریکہ کے اصلی باشندوں اور جزائر کے رہنے والوں نے سب نے تثلیث کی منادی کی آواز سن لی ہے مگر باوجودیکہ پادری سب دنیا میں پھیل گئے اور ہر ایک جگہ انہوں نے اپنے مشن قایم کر دیئے ہیں مگر مکہ معظمہ میں حسب منشاء پیشگوئی داخل نہیں ہو سکے سب مقدس شہروں میں یہ لوگ داخل ہو گئے ہیں مگر اسلام کے مقدس شہروں میں خدا تعالے نے انکو قدم رکھنے کا موقعہ نہیں دیا۔ یہ خدا تعالے کا ہاتھ ہے جسنے انکو روکا ہے ورنہ کس طرح ممکن تھا کہ وہ قوم جس نے خشکی اور تری کا چپہ چپہ دیکھا اور پامال کیا وہ ایسے عظیم الشان شہروں میں اپنا مشن قایم نہ کرتی۔ یہ انکے دجال ہونیکا صریح ثبوت ہے اگر پادری صاحبان اپنے لیے دجال کا لفظ پسند نہیں کرتے تو وہ اس پیش گوئی کی تغلیط کر کے دکھائیں مگر خدا کے رسول کا کلام ہے اسکو کون غلط ثابت کر سکتا ہے۔

چہارم۔ دجال کا گدھا۔ دجال کا گدھا ایک معمولی گدھا نہیں ہو سکتا کیونکہ اس قد و قامت کے گدھے دنیا میں نہیں پائے جاتے اگر اتنے بڑے گدھوں کی نسل دنیا میں موجود ہوتی تو قریب قیاس تھا کہ واقعی ایک گدھا دجال کے ساتھ ہو۔ مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرما کر کہ وہ گدھا اس طرح چلیگا جیسے وہ بادل چلتا ہے جسکے پیچھے تیز ہوا ہو۔ صاف اشارہ کر دیا کہ وہ گدھا زندہ جانور نہیں ہوگا بلکہ ایک ایسی چیز ہوگی جو ہوا کے مشابہ کسی چیز کے زور سے چلے گی۔ پس وہ گدھا ریل گاڑی ہے جو دُخان کے زور سے چلتی ہے۔ اور یہ گدھا بڑے قد کا بھی ہے جیسا کہ احادیث کا منشاء ہے اور تیز رفتار بھی ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسیح موعود کے زمانہ میں لیترکن القلاص فلا یسعے علیہا۔ یعنے اونٹوں کی سواری متروک ہو جائیگی۔ اور کوئی انپر نہیں دوڑے گا یہ پیشگوئی بھی ریل گاڑی کے نکلنے سے پوری ہوئی۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ دجال کے گدھے پر عام طور پر لوگ سوار ہونگے ورنہ اونٹ کس طرح متروک ہو سکتے تھے! اس سے وہ اعتراض رفع ہوا جو بعض لوگ پیش کرتے ہیں کہ اگر ریل گاڑی دجال کا گدھا ہے تو مسلمان اسپر کیوں سوار ہوتے ہیں۔ ضروری تھا کہ عام لوگ اسپر سوار ہوں تا اونٹوں کے متروک ہونے کی پیشگوئی پوری ہو۔ اور ریل گاڑی کو دجال کا گدھا اسلئے کہا گیا کہ اسکو جاری کرنیوالی یہی قوم ہے۔ چونکہ ریل گاڑی بھی اسی زمانہ میں اور اسی قوم کے ہاتھوں سے جاری ہوئی،

اس لیے اسکو دجال کی علامت کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔

پنجم۔ دجال کی نسبت کہا گیا تھا کہ وہ ایک آنکھ سے کانا ہوگا۔ دجال کی اس نابینائی سے اسی قسم کی نابینائی مراد ہے جسکا ذکر اس آیت میں ہے۔ من کان فی ہذہ اعمی فھو فی الآخرۃ اعمی۔ یعنے جو اس دنیا میں نابینا ہے وہ آخرت میں بھی نابینا ہی ہوگا۔ یہاں نابینائی سے مراد روحانی نابینائی ہے پس دجال کے ایک آنکھ سے کانا ہونیکے یہی معنے ہیں کہ وہ روحانی نور سے بے بہرہ ہوگا۔ اور مذہب کے پہلو سے اندھا ہوگا۔

ششم۔ دجال کی نسبت لکھا ہے کہ وہ ویرانوں پر سے گذریگا اور زمین اُسکے حکم سے اپنے خزانے باہر پھینکیگی۔ بادل اسکے حکم سے بارش برسائینگے اور زمین کے خزانے اس طرح اسکے پیچھے پیچھے چلینگے جیسے کھیاں رانی کے پیچھے جاتی ہیں ان باتوں کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ درحقیقت دجال میں خدائی طاقت ہوگی۔ انکا صرف یہی مطلب ہے کہ وہ اپنی ساری کوششوں میں کامیاب ہوگا۔ اور خدا تعالے تقدیر کو اسکی تدبیر کے مطابق کردیگا جس امر کو وہ اپنے ہاتھ میں لیگا اسمیں خدا تعالے اسکو کامیابی دیگا۔ پانی بھی انکا حکم مانتا ہے اور آگ بھی۔ اور ان چیزوں کو گویا مسخر کرکے عجیب عجیب عجوبے دکھلاتے ہیں۔ دیکھو ریل گاڑی میں بھی آگ اور پانی کو ہی تابو کیا ہوا ہے اور انہی دو چیزوں کے ذریعے ریل گاڑی لاکھوں آدمیوں کو لیے اور لاکھوں من بوجھ اٹھائے ہوئے ہوا کی طرح دوڑتی ہے۔ غرض انکو خدا تعالے نے اس رنگ کی کامیابی عطا کی ہے کہ ہر ایک چیز انکے تابع معلوم ہوتی ہے جس زمین کو چاہتے ہیں آباد کرتے ہیں اور ویرانوں کو زرخیز بنا دیتے ہیں جن ممالک کو فتح کرتے ہیں اسکی پیداوار اور وہاں کے خزانے یورپ کی طرف بھیجے جاتے ہیں۔ خزانوں سے لدے ہوئے جہاز یورپ کیطرف اس طرح جاتے ہیں گویا شہد کی مکھیاں اپنی رانی کے پیچھے جاتی ہیں۔ ہفتم۔ دجال کے ساتھ ایک بہشت ہوگا اور ایک دوزخ۔ بہشت سے مراد وہ نئے نئے اسباب تنعم و آسایش ہیں جو ان لوگوں نے ایجاد کیے ہیں! اور انکے ساتھ بعض اسباب ایسے بھی ہیں جنکو دوزخ سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ ان لوگوں کے پاس لڑائی کے خوفناک سامان ہیں اور نئے نئے آلات جنگ ایجاد کیے گئے ہیں جن سے دشمن کو بھسم کر دیتے ہیں۔ انکے جنگی جہاز ایک دوزخ کا نمونہ ہیں۔ یہ آگ کے ذریعہ ہی جنگ کرتے ہیں+

ہشتم۔ دجال کا دعوے خدائی و نبوت۔۔ دجال کے دعوے خدائی و نبوت کو ہم حقیقت پر حمل نہیں کر سکتے۔ کیونکہ جو شخص نبوت کا دعوے کرتا ہے وہ خدا کی ہستی کا قایل ہوتا ہے اور جو شخص خدائی کا دعوے کرتا ہے۔ وہ اپنے سوا کسی اور خدا کے وجود کا قایل نہیں ہوتا۔ پس یہ دونوں دعوے ایک ہی شخص میں حقیقی طور پر جمع نہیں ہو سکتے یہ دجال کے دو مختلف گروہوں کی طرف اشارہ ہے۔ ایک گروہ تو خود پادریوں کا ہے جو ایک رنگ میں نبوت کا دعوے کر رہا ہے بیسیوں کتابوں میں سے چند کتابیں بلا دلیل منتخب کرلی ہیں جنکا مغشوش اور غلطیوں سے بھرپور ہونا ثابت ہو چکا ہے اور یہ کتابیں بھی اصل انکے پاس نہیں۔ اپنے تراجم کو پیش کرتے ہیں جنمیں ہمیشہ اپنے خیال کے

بموجب ترمیم کرتے رہتے ہیں اور ان تراجم کا نام انجیل رکھتے ہیں اور عوام کو سناتے ہیں کہ یہ وہی انجیل ہے جسکا ذکر قرآن مجید میں ہے جو حضرت عیسے علیہ السلام پر اتری تھی۔ جسطرح جھوٹا نبی اپنے کلام کو خدا کا کلام بیان کرتا ہے اسی طرح بڑی دلیری اور شوخی سے یہ انسان کے کلام اور اپنے تراجم کو خدا کا کلام بیان کرتے ہیں اسی واسطے حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی انکا نام جھوٹے نبی رکھا ہے۔ حضرت عیسے علیہ السلام نے جمع کا صیغہ بولکر یہ بھی جتلا دیا کہ دجال نبوت کا دعوے کرنیوالا ایک شخص نہیں ہوگا۔ بلکہ بہت سے لوگ ہیں جو یہ منصب اختیار کرینگے + دجال نے دعوے الوہیت کس طرح کیا۔ اسکا جواب میں کتاب البریت صفحہ ۲۱۱ سے نقل کرتا ہوں ”اور دجال کی دوسری جز وہ ہے جسکے افعال خدائی کے دعوے سے مشابہ ہیں وہ . . . یورپ کے فلاسفروں اور کلوں کے ایجاد کرنے والوں کا گروہ ہے۔ جنہوں نے اسباب اور علل کے پیدا کرنیکے لیے اپنی کوششوں کو انتہا تک پہنچا دیا ہے اور بہت سی کامیابیوں کی وجہ سے آخر اس ردّی اعتقاد تک پہنچ گئے ہیں کہ خدا کی قدرت اور اسپر ایمان رکھنا کچھ چیز نہیں ہے۔ اور اس گروہ کے تابع اکثر یورپ کے خواص عیسائی ہیں اور وہ دن رات ان تلاشوں میں لگے ہوئے ہیں کہ ہم خود ہی کسی طرح اس راز کے مالک ہو جائیں کہ جب چاہیں بارش برسا دیں اور جب چاہیں کسی کے گھر میں لڑکا یا لڑکی پیدا کر دیں اور جب چاہیں کسی کو عقیمہ بنا دیں پس کچھ شک نہیں کہ یہ طریق دوسرے لفظوں میں خدائی کا دعوے ہے“ تمیم داری کا رُویا۔ تمیم داری پہلے عیسائی تھا بعد میں مسلمان ہوا اس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر بیان کیا کہ وہ تیس ۳۰ اور آدمیوں کے ساتھ ایک جہاز میں روانہ ہوا۔ سمندر کی لہریں اسکو دھکیل کر ایک مہینہ کے سفر کے بعد ایک جزیرہ میں لے گئیں۔ وہاں انہوں نے ایک جانور دیکھا جسکے بدن پر کثرت سے بال تھے۔ وہ جانور بولا کہ سامنے کے گرجہ میں ایک شخص تمہاری ملاقات کرنا چاہتا ہے۔ وہاں جاکر انہوں نے ایک آدمی دیکھا جو زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا اس نے کہا کہ میں دجال ہوں قریب ہے کہ میں آزاد کیا جاؤں۔ پھر میں سب دنیا پر پھر جاؤنگا سوائے مکہ اور مدینہ کے۔ اسکے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔ الا انہ فی بحر الشام او بحر الیمن لا بل من قبل المشرق. ما ہو + پھر آپنے ہاتھ کے ساتھ مشرق کیطرف اشارہ فرمایا اس حدیث کی صحت پر کسیکو کلام نہیں۔ اور صریحاً یہ تمیم داری کا رُویا تھا جو اس نے بیان کیا کیونکہ جانور جنکو بیداری میں کبھی کسی نے بولتے نہیں سنا۔ پادری اکبر مسیح اخبار اپی فینی میں لکھتا ہے کہ یہ خواب نہیں تھا۔ تمیم داری نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک جھوٹا قصہ سنا کر دھوکہ دیا تھا مگر اسکا یہ کہنا بالبداہت غلط ہے کیونکہ اسی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اُسنے اسی موقعہ پر اسلام قبول کیا۔ اگر اُسنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سچائی آزمانیکے لیے ایک جھوٹا قصہ بنا کر آپکو دھوکہ دیا تھا تو پھر وہ مشرف باسلام کیوں ہوا اسکو تو یہ نتیجہ نکالنا چاہیے تھا کہ معاذ اللہ یہ سچے نبی نہیں ہیں ایسا ہی یہ کہنا بھی غلط ہے کہ واقعی تمیم داری نے ایک شخص کو ایک جزیرہ میں قید دیکھا تھا اور وہی شخص آخری زمانہ

میں ظاہر ہوگا۔ کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسوقت جسقدر انسان زندہ ہیں ان میں سے ایک سو سال کے بعد کوئی بھی زندہ نہ ہوگا۔ وہ کونسا جزیرہ ہے جہاں تمیم داری تو پہنچ گیا تھا مگر اسوقت تک اور کوئی شخص وہاں نہیں پہنچا۔ ان سب امور سے ثابت ہوتا ہے کہ تمیم داری نے صرف ایک خواب دیکھا تھا۔ ٭

واقعات تمیم داری کے بیان کی تصدیق کرتے ہیں۔ کیونکہ دجال پہلے ایک جزیرہ میں ہی قید تھا پہلے عیسائی واعظ ملکوں میں جاکر تثلیث کی منادی نہیں کرتے تھے اپنے جزیرہ میں قید تھے۔ نیز تمیم داری کے بیان کے مطابق دجال گرجے سے ہی نکلا ہے اور اب تمام دنیا پر پھیر گیا ہے مگر مکہ اور مدینہ میں داخل نہیں ہوسکا جیسا کہ تمیم داری کے پاس دجال نے بیان کیا۔ یہ واقعات بھی گواہی دے رہے ہیں کہ تمیم داری کا خواب سچا خواب تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکا بیان سُنکر فرمایا کہ دجال مشرق سے نکلیگا۔ اور ایسا ہی وقوع میں آیا۔ نیز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دجال کے راستہ کا بھی پتہ دیدیا کیونکہ بحیرہ شام اور بحیرہ یمن کے راستہ سے ہی دجال یعنی پادری صاحبان ہندوستان کیطرف آیا کرتے ہیں۔ دہم۔ تمیم داری کے خواب کی تصدیق مکاشفات باب ۲۰ سے بھی ہوتی ہے اس کتاب کے بیس۲۰ باب میں ایک کشف درج ہے جو تمیم داری کے خواب سے بہت امور میں تشابہ ہے۔ شیطان کا وجود کبھی کسی نے نہیں دیکھا۔ ہمیشہ وہ اپنے مظہروں کے ذریعہ سے کام کرتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس سانپ کی صورت میں آیا۔ وہی پرانا سانپ آخری زمانہ میں دجال کے بھیس میں نکلیگا اسلیے جس سانپ کا ذکر مکاشفات باب ۲۰ میں ہے وہی دجال ہے۔ اس کتاب کے ۲۰ باب سے ظاہر ہوتا ہے کہ پرانا سانپ یعنی دجال حضرت مسیح علیہ السلام کے زمانہ میں قید کیا گیا۔ پھر لکھا ہے کہ جب ہزار سال گذر جائینگے تو دجال چھوڑا جائیگا پھر وہ ساری زمین پر پھیل جائیگا۔ اور ہزار سال تک وہ قوموں کو گمراہ کریگا۔ جسکے بعد وہ ہلاک کیا جائیگا وہ ہزار سال جو دجال کی قید کا زمانہ ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے تین سو سال بعد ختم ہوا۔ اسیواسطے جب تمیم داری نے دجال کو دیکھا تو دجال نے کہا کہ قریب ہے کہ میں آزاد کیا جاؤں چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد جلدی ہی عیسائی قوموں نے اپنے قید خانہ سے نکلنا اور اِدھر اُدھر پھرنا شروع کیا۔ اب حساب کے رو سے آزادی کا ہزار سال بھی ختم ہوگیا۔ اگر ابتک دجال نہیں نکلا تو اب وہ نہیں نکلیگا کیونکہ اسکے نکلنے کا زمانہ گذر گیا۔ تمیم داری کا خواب مکاشفات کے مصنف کے خواب سے زیادہ واضح ہے کیونکہ تمیم داری نے قید کا مقام بھی بتلادیا یعنی کہا کہ وہ ایک جزیرہ میں قید ہے پھر یہ بھی بتلایا کہ وہ دجال گرجا سے نکلیگا اور یہ بھی بتلایا کہ وہ مکہ اور مدینہ میں داخل نہیں ہوگا۔

یازدہم۔ مسیح موعود کی نسبت لکھا ہے کہ وہ صلیب کو توڑنے کیلیے آئیگا اس سے پایا جاتا ہے کہ وہ ایسے وقت میں ظاہر ہوگا جب صلیبی مذہب عروج میں ہوگا اور صلیب کا بڑا زور ہوگا پس اسطرف تو یہ بتایا گیا ہے کہ مسیح موعود اُسوقت ظاہر ہوگا جب عیسائی مذہب کا فتنہ دنیا میں پھیل جائیگا۔ اور دوسری طرف دجال کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح کے ظہور سے پہلے دجال

٭ اگر رؤیا نہ ہوتی تو باقی تیس آدمیوں سے بھی کوئی اسبات کو بیان کرتا۔

کا فتنہ دنیا میں بڑا بھاری فتنہ ہوگا۔ ان دو باتوں کو تطبیق دینے سے نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ دو مختلف فتنے نہیں ہیں بلکہ ایک ہی فتنہ ہے۔ ایک طرف تو حضرت مسیح موعود کا ذکر کرتے ہوئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مسیح موعود کا پہلا اور بھاری کام کسر صلیب ہوگا۔ اور دوسری طرف دجال کا ذکر کرتے ہوئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مسیح کا پہلا اور بڑا کام قتل دجال ہوگا اس سے صاف پتہ لگتا ہے کہ کسر صلیب اور قتل دجال ایک ہی ہیں۔ اور صلیب اور دجال کے فتنوں کے ایک ہونے کی ایک اور دلیل یہ بھی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دجال کے فتنے سے بچنے کیلیے انہی آیتوں کا پڑھنا فرمایا ہے جن میں عیسائیت کی سخت تردید کی گئی ہے اور جنمیں عیسائیوں کو جھوٹا کہا گیا ہے جیسا کہ دجال کا نام جھوٹا ہے۔ پھر دجال کی نسبت لکھا ہے کہ وہ گرجا سے نکلیگا۔ پھر جیسا دجال کی نسبت لکھا ہے کہ وہ ساری دنیا پر پھیل جاویگا۔ عیسائی مذہب کے واعظ سب دنیا پر پھیل گئے ہیں۔ کل علامتیں دجال کی ان لوگوں میں پائی جاتی ہیں پھر کیوں انکار کیا جاتا ہے کہ صلیبی فتنہ اور دجالی فتنہ ایک فتنہ نہیں ہے۔

دوازدہم ۔ اور بھی کئی وجوہات سے ثابت ہوتا ہے کہ دجال ظاہر ہو چکا ہے اسکی نسبت لکھا تھا کہ وہ آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا قرآن شریف اور احادیث میں آخری زمانہ اور مسیح موعود کے ظہور کی کئی علامات لکھی ہیں ہمنے ان علامتوں کا پورا ہونا اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔ مسیح موعود بھی تمام علامات کے ساتھ ظاہر ہو گیا ہے اور اس نے اپنے دعوے کو زبردست دلایل اور آسمانی نشانوں سے ثابت کر دیا ہے۔ یہاں میں بوجہ عدم گنجایش صرف چند علامتوں کا ذکر کرتا ہوں۔ صحیح بخاری میں لکھا ہے۔ علے نقاب المدینۃ ملائکۃ لا یدخلھا الطاعون والدجال۔ طاعون اور دجال کا اکٹھا ذکر کرنیسے معلوم ہوتا ہے کہ دجال کے ساتھ طاعون بھی ظاہر ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ دابۃ الارض سے بھی طاعون ہی مراد ہے طاعون کا باعث ایک قسم کے کیڑے ہیں جو زمین میں پیدا ہوتے ہیں۔ اور سب سے پہلے چوہوں پر حملہ کرتے ہیں۔ قرآن شریف کی وہ آیت جسمیں دابۃ الارض کا ذکر ہے اس طرح ہے۔ واذا وقع القول علیھم اخرجنا لھم دابۃ من الارض تکلمھم ان الناس کانوا بایتنا لا یوقنون (سورہ نمل رکوع ۶) جب انپر فرد جرم لگ جائیگا تو ہم انکے لیے زمین میں سے ایک جانور نکالینگے جو لوگوں کو کاٹیگا۔ اسلیئے کہ وہ ہمارے نشانوں پر یقین نہیں کرتے تھے اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ طاعون کا کیڑا مسیح موعود اور اسکے نشانوں سے انکار کرنیکی وجہ سے نکلیگا۔ (۲) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لیترکن القلاص فلا یسعی علیھا یعنی اونٹنیاں متروک ہو جائینگی اور انپر کوئی سوار نہیں ہوگا۔ اسی مضمون کی آیت قرآن شریف میں بھی موجود ہے۔ یعنی واذا العشار عطلت۔ یعنی اونٹنیاں معطل و بیکار ہو جائینگی یہ آخری زمانہ کی علامت ہے اور ریل گاڑی کے نکلنے سے پوری ہو چکی ہے۔ (۳) مہدی کے زمانہ کی علامت لکھی ہے کہ رمضان شریف میں چاند گرہن کی راتوں میں سے پہلی رات کو چاند کو گرہن لگیگا۔ اور سورج کے گرہن کیلیے جو دن مقرر ہیں ان میں سے درمیان کے دن میں سورج کو گرہن لگیگا۔ قرآن شریف میں بھی اسکا ذکر ... خسوف ....

کی طرف مندرجہ ذیل آیت میں اشارہ کیا گیا ہے وخسف القمر وجمع الشمس والقمر...... یہ علامت بھی سنہ ۱۳۱۱ ہجری میں پوری ہوچکی ہے۔ میں ان سب علامتوں کا یہاں ذکر نہیں کرسکتا۔ نمونہ کے طور پر چند علامتوں کا ذکر کردیا ہے۔ اور میرا مقصود اس سے یہ ہے کہ آخری زمانہ کی علامتیں جنکا ظہور دجال کے ساتھ یا دجال کے بعد ہونا تھا۔ وہ ظاہر ہوچکی ہیں جس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ دجال بھی ظاہر ہوچکا ہے۔ **سیزدہم**۔ پادریوں کا دجال ہونیکا قرآن شریف سے ثبوت۔ قرآن شریف میں صرف دو فتنوں سے ڈرایا گیا ہے۔ اول یہودی بننے سے ڈرایا گیا ہے۔ دوم عیسائیوں کے فتنہ سے ڈرایا گیا ہے۔ المغضوب علیہم سے مراد بموجب تفسیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہودی اور الضالین سے مراد نصاریٰ ہیں۔ مسلمانوں کو بھی ایک مسیح کا وعدہ دیا گیا تھا۔ اور خدا تعالےٰ انکو متنبہ کرتا ہے کہ تم اس آنیوالے مسیح کا انکار کرکے اپنے تئیں یہودی نہ بنادو۔ ایسا ہی عیسائیوں کے فتنہ سے خداتعالےٰ ڈراتا ہے کیونکہ خداتعالےٰ جانتا تھا کہ ایک زمانہ آنیوالا ہے جبکہ یہ لوگ خلق خدا کو گمراہ کرنیکے لیے کوئی دقیقہ باقی نہ رکھینگے۔ احادیث میں بھی ان دونوں فتنوں کا ذکر ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے صاف صاف فرمایا ہے کہ آخری زمانہ میں اس امت کے لوگ اکثر یہودی خصلت ہوجائینگے اور دوسرا فتنہ جس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ڈرایا وہ دجال کا فتنہ ہے۔ آپ نے دجال کے فتنہ کو سب سے بڑا فتنہ بیان فرمایا اور قرآن شریف پادریوں کے فتنہ کو سب سے بڑا فتنہ قرار دیتا ہے جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے۔ تکاد السموات یتفطرن منہ وتنشق الارض وتخر الجبال ھدًّا ان دعوا للرحمٰن ولدا۔ (سورہ مریم رکوع ۶) قرآن شریف صرف دو فتنوں کا ذکر کرتا ہے اور دجال کا فتنہ بھی انہی دو فتنوں میں شامل ہے کیونکہ قرآن شریف کسی اور فتنہ کا ذکر نہیں کرتا۔ احادیث کی رو سے دجال کا فتنہ سب سے بڑا فتنہ ہے اور قرآن شریف کی رو سے عیسائیوں کا فتنہ سب سے بڑا فتنہ ہے جس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ دونوں فتنے ایک ہی ہیں اور جب یہ دیکھا جائے کہ دجال کے فتنہ سے بچنے کیلیے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انہی آیتوں کے پڑھنے کی تاکید کی ہے جن میں عیسائیوں کے فتنہ کا ذکر ہے تو کامل یقین ہوجاتا ہے کہ دجال کا فتنہ بھی عیسائی پادریوں کا فتنہ ہے اور جیسا کہ دجال نے گرجا سے ظاہر ہونا تھا ایسا ہی پادریوں کا فتنہ بھی گرجے سے ہی نکلا ہے۔ جیسا سورہ فاتحہ کے آخر میں عیسائیوں سے ڈرایا ہے۔ ایسا ہی قرآن شریف کے آخر میں بھی عیسائیوں کے فتنہ کا ہی ذکر کیا ہے اور ساتھ ہی خنّاس کا ذکر کرکے ظاہر کردیا ہے کہ دجّال ہی خنّاس ہے خنّاس وہی لفظ ہے جسکو عبرانی میں نحاش کہتے ہیں۔ نحاش اس سانپ کا نام ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کے پاس گیا تھا۔ اس شیطان کا آخری سورۃ میں ذکر کرکے بتلایا گیا ہے کہ وہی پرانا سانپ پھر آخیر زمانہ میں زور کے ساتھ ظاہر ہوگا اور عیسائیوں کا ساتھ ہی ذکر کرکے بتلادیا ہے کہ وہ ظہور انہی لوگوں کے ذریعہ ہوگا۔ خداتعالےٰ فرماتا ہے۔ قال فانک من المنظرین الی یوم الوقت المعلوم (سورہ ص رکوع ۶) یعنی خداتعالےٰ نے شیطان کو کہا کہ تجھے ایک وقت معلوم تک مہلت دیجاتی ہے۔ اس وقت معلوم سے مراد وہ وقت ہے جبکہ شیطان کا آخری مظہر یعنی دجال مسیح موعود کے ہاتھ سے قتل کیا جائیگا

چہار دہم۔ دجال ایک گروہ کا نام ہے = (۱) میں اوپر دکھا چکا ہوں کہ دجال کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک رویا میں دیکھا۔ اِسلیے یہ ضروری نہیں ہے کہ آنیوالا دجال ضرور شخص واحد ہی ہو۔ احادیث سے ثابت ہے کہ بعض اوقات خواب میں ایک آدمی دیکھا جاتا ہے اور مراد اس سے ایک قوم ہوتی ہے۔ چنانچہ جب ایک صحابی نے عرب کے قدیم بادشاہ نعمان بن المنذر کو خواب میں دیکھا۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسکے وجود سے مراد اہل عرب ہیں (۲) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تمیم داری کا رُویا سنکر تین دفعہ فرمایا۔ من قبل المشرق ما ہو۔ وہ مشرق کیطرف سے نکلیگا جو کچھ وہ ہے۔ ان الفاظ (جو کچھ وہ ہے) سے پایا جاتا ہے کہ آپکے نزدیک ضروری نہیں تھا کہ دجال ہوبہو اس شکل میں ظاہر ہو جسمیں کہ تمیم داری نے یا خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا تھا۔ (۳) کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۷۴ میں مندرجہ ذیل حدیث درج ہے یخرج فی آخر الزمان دجال یختلون الدنیا بالدین یلبسون للناس جلود الضان السنہم احلی من العسل وقلوبہم قلوب الذیاب الخ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۷۴) یعنی آخری زمانہ میں دجال نکلیگا وہ دنیا کو دین سے ملا دینگے۔ لوگوں کو دھوکہ دینے کیلیے بھیڑوں کی کھالوں میں ظاہر ہونگے انکی زبانیں شہد سے زیادہ میٹھی ہونگی اور انکے دل بھیڑیوں کے دلوں کی طرح ہونگے۔ اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دجال ایک گروہ کا نام ہے۔ پھر دیکھو کہ اس حدیث میں پادریوں کا کیسا ٹھیک نقشہ کھینچا گیا ہے۔ (۴) عربی لغت کی کتابیں بھی اسی امر کی تائید کرتی ہیں کہ دجال ایک گروہ کا نام ہے۔ قاموس میں لکھا ہے۔ الدجال من الدجالۃ۔ طائفۃٌ عظیمۃٌ یحمل المتاع للتجارۃ۔ یعنی دجال کا لفظ دجالہ سے نکلا ہے جسکے معنی ہیں ایک بڑا گروہ جو تجارت کیلیے مال لیکر پھرتا ہو۔ اقرب الموارد میں ہے۔ الدجال الرفقۃ العظیمۃ (یعنی ایک بڑی جماعت)۔ لغت کی رو سے لفظ دجال میں دو مفہوم پائے جاتے ہیں اول یہ کہ دجال ایک گروہ کا نام ہے۔ دوسرا مفہوم اسمیں جھوٹ بولنے کا پایا جاتا ہے جو دجال کا خاصہ ہے۔ اور سورہ کہف کی دس آیتوں میں صرف عیسائی مذہب کی تردید ہی نہیں کیگئی بلکہ انکو جھوٹا بھی کہا گیا۔ جیسا کہ احادیث میں دجال کو جھوٹا ظاہر کیا گیا ہے (۵) قرآن شریف میں ہے۔ لخلق السموات والارض اکبر من خلق الناس۔ محدثین اور مفسرین کا قول ہے کہ الناس سے مراد دجال ہے۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ دجال ایک گروہ کا نام ہے کیونکہ الناس جمع کا صیغہ ہے اس تفسیر کی تصدیق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے بھی ہوتی ہے۔ مابین خلق آدم الی قیام الساعۃ خلق اکبر من الدجال۔ (صحیح مسلم)

پانزدہم۔ دجال کا قتل :۔ عقلمند لوگوں نے پہلے ہی سے اس مذہب کو ترک کرنا شروع کر دیا ہے اس طرح اس مذہب کا گھلنا شروع ہوگیا ہے مگر خداتعالےٰ اتنی مہلت بھی نہیں دینا چاہتا کہ یہ مذہب آہستہ آہستہ خود بخود گھل جائے۔ اِسلیے خداتعالےٰ نے مسیح موعود کو ایک آسمانی حربہ کیساتھ بھیجا ہے۔ احادیث میں ہے کہ دجال باب لد کے پاس قتل کیا جائیگا۔ لد لغت کی رو سے ایسے لوگوں کو کہتے ہیں جو بیجا طور پر جھگڑیں اور جنکو کوئی دلیل خاموش نکر سکے پس باب لد کے پاس قتل ہونے سے یہ مراد ہے کہ جب عیسائی بیجا جھگڑے حد سے بڑھ جائینگے اور کسی دلیل سے وہ خاموش نہ ہونگے تو اسوقت خداتعالےٰ ایک ایسا امر پیدا کریگا جس سے انکے مذہب کا بطلان روز روشن کیطرح واضح ہو جائیگا اور انکے منہ بند ہو جائینگے۔ عیسائیت کیلیے مقدر ہے کہ وہ اسی قبر میں دفن کیجاوے

۲ جہاں حضرۃ مسیح مدفون ہیں۔ سری نگر کی قبر ہی انشاء اللہ تعالیٰ عیسائیت کے قتل کیلیے آسمانی حربہ کا کام دیگی خداتعالےٰ مسیح کی … دعاؤں کو سنے گا اور دجال مسیح کے دم سے ہلاک ہوگا + شیر علی از قادیان

رؤیا والہامات حضرت مسیح موعود (علیہ السلام)

یکم اکتوبر ۱۹۰۵ء کسی شخص نے ہمارے ہاتھ پر سونف رکھدی ہے۔ ۲۔ اکتوبر۔ دیکھا کہ ایک مکان ہے اسپر چڑھنے کیلئے ایک زینہ لگا ہوا ہے جو لوہے کا ہے اور تختے پاؤں رکھنے کی بھی ہیں اوپر ایک دروازہ ہے میں اس زینہ پر چڑھتا ہوں مگر چڑھ نہیں سکتا اتنے میں اوپر سے کسی نے دروازہ بند کر دیا اور کہا کہ دوسرے راستہ سے آؤ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ راستہ تو نزدیک ہے اور فوراً پہنچ سکتے ہیں مگر دوسرا راستہ دور ہے کوئی دو تین سو گز کا فاصلہ ہے پس ہم اس دوسرے راستے سے جانے لگے تو دیکھا کہ میں ایک مضبوط گھوڑے پر سوار ہوں اور آگے آگے ایک خدمتگار ہے جسکا نام غفار ہے اور ایک اور بھی سوار تھا ہے جو آگے آگے چلتا ہے میں غفار کو کہتا ہوں کہ آگے مت نکل ہمارے ساتھ ساتھ چل۔ تھوڑا راستہ طے کیا تھا کہ آنکھ کھلگئی + ۲۷ ستمبر ۱۹۰۵ء ۱۔ تاتیک نصرتی۔ ترجمہ میری مدد تیری پاس آئیگی ۔۲۔ یاتیک من کل فج عمیق۔ ترجمہ ہر ایک دور کی راہ سے تیرے پاس لائینگے + ۲۸ ستمبر ۱۹۰۵ء۔ حسنت مستقرًا ومقاما۔ ترجمہ خوب ہوا از روئے جگہ قرار پکڑنیکے اور از روئے جگہ ٹھیرنیکے ۵ اکتوبر ۱۹۰۵ء۔ رہا گو سفندان عالیجناب + ۷ اکتوبر۔ بوقت صبح پیش از نماز فجر۔ رؤیا۔ دیکھا کہ میں گورداسپور آیا ہوا ہوں۔ اور ایک مضبوط گوٹ گھوڑے پر سوار ہوں جو گلی رنگ کا ہے گھوڑے پر ہی نماز پڑھی ہے اور سجدہ بھی کیا ہے۔ مجھے خیال آیا کہ جب میں گورداسپور گیا تھا تو میرا بھائی بیمار تھا اور انکے بچنے کی امید نہ تھی معلوم نہیں اسکا اب کیا حال ہے گھر کے پاس کوچہ میں میراں بخش حجام ملا۔ وہ بڑی خوش خوش باتیں کرتا ہے جس سے مینے سمجھا کہ اب بھائیصاحب تندرست ہونگے۔ ۷ اکتوبر ۱۹۰۵ء قبل از نماز فجر۔ رؤیا دیکھا کہ ایک عورت فوت ہو گئی ہے ۱۰ اکتوبر ۱۹۰۵ء۔ رؤیا دیکھا کہ میں کسی جگہ ہوں اور استنجا کیواسطے ایک جگہ سے ڈھیلا لیا ہے تو دیکھا کہ وہاں بہت سے آدمی جیسے مزدور لنگوٹی پوش ہوتے ہیں بیٹھے ہیں جنسے کراہیت ہوئی۔ پھر مینے شادیخاں کو بلانا چاہا۔ اور خیال آیا کہ اتنے آدمیوں میں اسکو کیونکر شناخت کروں مگر مینے آواز دی تو شادیخاں فوراً کھڑا ہو گیا اسکے ساتھ الہام ہوا۔ اِذ کففتُ عن بنی اسرائیل۔ ترجمہ جب مینے بنی اسرائیل کو دشمنوں کی شر سے بچا لیا۔ ۴ ستمبر ۱۹۰۵ء یا اسکے قریب کا الہام تؤثرون الحیوٰة الدنیا۔ ترجمہ دنیا کی زندگی کو تم اختیار کرتے ہو + ۱۱ اکتوبر ۱۹۰۵ء رؤیا دیکھا کہ قدرت اللہ کی بیوی روپیوں کی ایک ڈھیری میرے پیش کرتی ہے اسمیں ایک لکڑی بھی ہے۔ الہام۔ اُرید الخیر۔ ترجمہ میں خیر کا ارادہ کرتا ہوں + ۱۷ اکتوبر ۱۹۰۵ء۔ رسید مژدہ کہ آں یار دل پسند آمد + رسید مژدہ کہ دیوار ازمیاں برخاست + ۱۸ اکتوبر۔ انی مع الرسول اقوم والوم من یلوم واعطیک مایدوم + رؤیا۔ ایک شخص نے مجھے کنوئیں کی ایک کوری ٹنڈ میں ٹھنڈا پانی دیا۔ پھر الہام ہوا۔ "آب زندگی" اسکے بعد الہام ہوا۔ "قل میعاد ربک"۔ پھر الہام ہوا۔ "خدا کیطرف سے سب پر اُداسی چھا گئی"۔ رؤیا۔ خواب میں دیکھا کہ ایک چغہ ہے وہ اُلٹا ہے مگر اسپر زربفت کا کام کیا ہوا ہے دھاگا نظر نہیں آتا + ۱۹ اکتوبر "لا تقوموا ولا تقعدوا الا معہ لا تردوا امور دًا الا معی۔ انی معک ومع اہلک" + ۲۰۔ اکتوبر۔ یہ خدا کا کام ہے۔ اللہ اکبر + ۲۱ اکتوبر۔ انی الوم من یلوم واعطیک مایدوم انی مع الرسول اقوم واروم مایروم + ۲۲۔ اکتوبر۔ رؤیا دیکھا کہ دہلی گئے ہیں تو تمام دروازے بند ہیں۔ پھر دیکھا کہ کوئی شخص کچھ تکلیف دینے والی شے میرے کان میں ڈالتا ہے۔ مینے کہا تم مجھے کیا دکھ دیتے ہو۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اس سے زیادہ دکھ دیا گیا تھا + ۲۴۔ اکتوبر ۱۹۰۵ء۔ صبح حضرت نے فرمایا کہ آج رات مینے خواب دیکھا ہے کہ تھوڑے چنے بھنے ہوئے سفید میں

.... معلوم ہوتا ہے کہ کوئی امر مکروہ چھوٹا یا بڑا درپیش ہے جو منقہ کی آمیزش سے وہ کراہت جاتی رہے گی +

"رؤیا و الہامات"

یکم نومبر ۱۹۰۵ء ۔ دست تو دعائے تو ترحم زخدا ۔ (میر ناصر نواب صاحب کو خطرناک درد قولنج تھی ۔ دعا کرنے پر یہ الہام ہوا ۔ اور خدا نے شفا دی) ۹ ۔ نومبر ۱۹۰۵ء ۔ خواب میں کتا دکھائی دیا (فرمایا اس سے مراد کوئی مفسدہ ہنگامہ ہوتا ہے اسکے بعد الہام ہوا ۔ انی مع الرسول اقوم (اُسی دن ۹ بجے جب حضرت اقدس نے امرتسر میں لیکچر دینا چاہا تو مخالفین نے سخت شور مچایا اور آخر جب گاڑی پر سوار ہوئے تو بارش کی طرح پتھر برسائے مگر اللہ تعالیٰ کی محافظت ساتھ تھی ۔) ۱۱ ۔ نومبر ۱۹۰۵ء (۱) اما نرینک بعض الذی نعدھم او نتوفینک ۔ (۲) لا یقبل عمل مثقال ذرۃ من غیر التقویٰ ۔
۱۵ ۔ نومبر ۱۹۰۵ء ۔ زندگیوں کا خاتمہ ۔

حضرت اقدس کی اوقات گرامی میں یہ امور مخل نہ ہوں ۔
زکوٰۃ کے متعلق بھی ابتک کوئی باقاعدہ انتظام نہیں ہوا ۔ اِس لئے جیسا کہ پہلے چٹھی میں لکھا ہے حضرت اقدس کا یہ منشا ہے کہ زکوٰۃ کا کُل روپیہ ایک جگہ جمع ہونا چاہیئے اور پھر حسب ضرورت وقت و ارشاد حضرت اقدس وہ روپیہ ضروری مدات میں خرچ ہو ۔ زیور کی زکوٰۃ کے متعلق بعض احباب کے استفسار پر حضرت اقدس نے مفصلہ ذیل سطور تحریر فرمائی ہیں جو تمام ...... احباب کی اطلاع کیلئے شائع کیجاتی ہیں ۔

"جو زیور پہنا جائے اور کبھی کبھی غریب عورتوں کو استعمال کے لئے دیا جائے بعض کا اُسکی نسبت یہ فتویٰ ہے کہ اسکی کچھ زکوٰۃ نہیں ۔ اور جو زیور پہنا جائے اور دوسروں کو استعمال کے لئے نہ دیا جائے اس میں زکوٰۃ دینا بہتر ہے کہ وہ اپنے نفس کے لئے مستعمل ہوتا ہے اِسی پر ہمارے گھر میں عمل کرتے ہیں اور ہر سال کے بعد اپنے موجودہ زیور کی زکوٰۃ دیتے ہیں ۔ اور جو زیور روپے کی طرح جمع رکھا جائے اُس کی زکوٰۃ میں کسی کو بھی اختلاف نہیں ۔"

پس ہمیں اس راہ پر چلنا چاہیئے جسپر ہمارا امام چلتا ہے ۔ اور زیور کی زکوٰۃ جو اپنے ہی استعمال میں آتا ہو دینی چاہیئے ۔ زکوٰۃ کا روپیہ بنام امین زکوٰۃ فنڈ قادیان بھیجا جاوے اور یہ روپیہ حضرت مولوی نور الدین صاحب کے پاس بطور امانت جمع رہیگا ۔ لنگرخانہ کا روپیہ خود حضرت اقدس کے نام آنا چاہیئے اسکے متعلق خط و کتابت راقم حروف سے ہونی چاہیئے ۔ والسلام

خاکسار
محمد علی
۱۲ ۔ نومبر ۱۹۰۵ء

سید عبدالحیی عرب لغات القرآن تیار کر رہے ہیں درخواستیں مصنف کے نام بھجوائیں قیمت عہ پیشگی

اطلاع :۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تائید میں انوار اللہ نام ۲۳۲ صفحہ کی ایک ضخیم کتاب ۔ قیمت ۶/ دفتر میگزین قادیان سے مل سکتی ہے ۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۰۲

عید فنڈ مدرسہ

عید الفطر کا مبارک موقعہ بہت ہی قریب ہے۔ لہٰذا بطور یاد دہانی یہ چند سطریں لکھی جاتی ہیں کہ حسب معمول بلکہ پہلے سے بڑھکر ہمیشہ عید فنڈ کا روپیہ جو بحساب فی کس ایک روپیہ ہے جمع کر کے ہر جگہ کی جماعتیں بہت جلد بنام امین مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان بھیجدیں۔ اور چونکہ رمضان شریف صدقات کا مہینہ ہے اور عید الفطر خصوصیت سے صدقات کا موقعہ ہے اسلئے میں دوستوں کی اطلاع کے لئے یہ بات بھی لکھدیتا ہوں کہ دو ماہ سے فنڈ مساکین میں وظائف نہیں ملے شائد یہی بات کسی دوست کے دلمیں تحریک پیدا کرکے اسطرف متوجہ کرے۔

سکرٹری مجلس منتظمہ مدرسہ

Digitized by Khilafat Library

ضروری اطلاع

ان جملہ احباب کی خدمت میں جو کسی قومی مد میں قادیان روپیہ بھیجتے ہیں۔ یہ ضروری التماس ہے کہ وہ منی آرڈر کوپن میں تعداد مبلغات نام مد جسکے متعلق روپیہ ہے اور بھیجنے والیکا نام مع پتہ خوشخط لکھا کریں اسمیں فرستندہ کو تھوڑی سی تکلیف تو ہوگی مگر منتظمین مدات کو بہت آرام ملتا ہے۔ کیونکہ روپیہ وصول کرنیوالے کے پاس صرف کوپن ہی رہ جاتا ہے اسپر مفصل اطلاع نہ ہو تو بعض وقت دقت پیش آجاتی ہے۔ اور پھر کوپن پر سب کچھ لکھنا پڑتا ہے اور بعض وقت دس دس بیس بیس منی آرڈر وں پر یہ کرنا پڑتا ہے تو بہت وقت ضائع ہوتا ہے۔ دوسری عرض یہ ہے کہ وہ سوائے لنگر خانہ کے روپے کے باقی مدات کا روپیہ کسی کے نام پر نہ بھیجا کریں بلکہ مدرسہ کا روپیہ بنام امین مدرسہ تعلیم الاسلام۔ میگزین کا روپیہ بنام منیجر میگزین۔ زکوٰۃ کا روپیہ بنام امین زکوٰۃ فنڈ۔ اور مساکین و یتامی کا روپیہ بنام امین مدرسہ تعلیم الاسلام بھیجا کریں۔ تیسری عرض یہ ہے کہ لنگر خانہ کا روپیہ جو حضرت اقدس کے نام بھیجا جاتا ہے اسکے ساتھ دوسری مد کا روپیہ نہ بھیجا کریں کیونکہ اسطرح پر تقسیم کرنیمیں حضرت اقدس کو بہت تکلیف ہوتی ہے۔ اگر کوئی ایسی ضرورت پیش ہی آجائے کہ اکٹھا روپیہ بھیجنا ضروری ہو تو امین مدرسہ یا منیجر میگزین کے نام بھیجکر اسی کوپن میں ہدایت کر دیا کریں اسمیں اسقدر روپیہ لنگر خانہ کا ہے جو حضرت اقدس کو دینا چاہئے۔ سب سے بہتر صورت یہی ہے کہ ہر مد کا روپیہ الگ الگ بھیجا جاوے۔ خاکسار محمد علی

اطلاع بنام خریداران میگزین } باوجود بار بار کی تاکید اور ہر دفعہ کی اطلاع کے خریداران خط و کتابت میں اور روپیہ بھیجنے وقت اپنا نمبر خریداری نام کے ساتھ نہیں لکھتے جس سے بعض وقت تعمیل نہیں ہو سکتی اور روپیہ درج کھاتہ نہیں ہو سکتا اور خط و کتابت کا بوجھ فریقین پر [illegible]ا۔ اس وقت کے لئے میں نے لکھا تھا کہ اگر

چوہدری الہ داد صاحب مینیجر نے مطبع میگزین میں بہ منیجر میگزین کیلئے چھاپا